حصہ دوم

افکار

امت مسلمہ کے حالات، عصری تقاضے اور دعوتِ فکر

۱۔ارض مقدس(فلسطین) اور یہودی تغلب
۲۔اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ
۳۔فرقوں میں کون بٹا؟
۴۔میوزک (گانا) اور آخرت کی بربادی
۵۔لا دینیت ایک عظیم فتنہ
۶۔علماء کو برا مت کہو
۷۔نماز کی ادائیگی اور نمازیوں کی غلطیاں
۸۔جنازہ اور دفن سے متعلق بعض امور
۹۔اسلام اور عورتوں کے حقوق
۱۰۔جوا اور گھر کی بربادی

ناشر: تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اٹھو منزل ملی گی تو مزے کی نیند سو لیں گے

کرو اب کام تھوڑا سا روزانہ اھل سنت کا

افکار

(حصہ دوم)

اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ



ناشر:

تحریک نظام مصطفی ﷺ

Book name : Afkar Part 2 (Magazine)

Language : Urdu

Author : Ulma e Ahle Sunnat

Hijri Date : 12 Zil Hijj 1441H

English Date : 03 Aug 2020 (Monday)

Publisher : Tehreek Nizam e Mustafa (India) or TNM Official

Any Query, contact us : 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit : archive.org/details/@tehreek_nizam_e_mustafa_

Also follow us on : Facebook || Instagram || Youtube || Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza.

It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized.

It is supplicated to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

ابتدائیہ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں، اقتدار انکا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت، محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جا رہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جینے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑگڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں درگزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا اشعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فریضہ سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھوئے ہوئے دن واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا راعینی

افکار (حصہ دوم) موضوعات

ارض مقدس اور یہودی تغلب

شارح بخاری علامہ **شریف الحق امجدی** رحمۃ اللہ علیہ:

ارض فلسطین کی عظمت و برتری کے لئے یہی کافی ہے کہ اسے قرآن کریم نے ارض مقدس کہا۔اور حضرت موسی کلیم اللہ جیسے اولوالعزم رسول کی امت کو حکم دیا گیا۔

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

اور جب اس بزدل قوم نے وہاں کے متغلبین، جبارین کی ظاہری قوت کی داستان سن کر وہاں جانے سے انکار کر دیا اور یوں کہا۔

إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا ۖ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ

ترجمہ: جب تک یہ اس میں ہیں ہم کبھی نہیں جائیں گے۔آپ اور آپ کے پروردگار جائیں اور ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

تو چالیس سال تک صحرا نوردی کے عذاب میں مبتلا رہی۔اس ارض مقدس کے بارے میں فرمایا گیا۔

بَارَكْنَا حَوْلَهُ

اس سرزمین کا ادب رب العالمین کو اتنا ملحوظ ہے کہ وہاں داخل ہونے والے ایک گروہ کو داخلہ کے وقت اس ادب مامور کیا گیا۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ

ترجمہ: اور دروازے میں داخل ہوتے وقت سر جھکائے رکھنا اور کہو ہمیں معاف کر دیا جائے۔

لیکن جب اس متمرد قوم نے اس ادب کو ملحوظ نہ رکھا تو طاعون جیسی موذی وبا میں گرفتار ہوئی ہمارا قبلہ اول اور امم ماضیہ کا قبلہ مستقل بیت المقدس ہے جہاں ہمارے نبی نہ صرف ہمارے نبی بلکہ نبیوں کے نبی، نبی الانبیاء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیائے کرام کی امامت فرمائی۔

وہ بیت المقدس متبرک معبد جس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی اور جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکمل فرمایا۔ اگر صفا و مروہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قدموں سے مسنخ ہو جانے کی وجہ سے شعائر اللہ میں داخل ہو گئے تو وہ بابرکت سرزمین، جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی نے شرف بخشا ہو جو سب کا معبد ہو قبلہ ہوا کثر کا مسکن ہو عظمت و تقدس کی کس منزل پر ہو گی اس کا اندازہ آسان نہیں۔

لیکن یہ ارض مقدس اپنی عظمت اپنے تقدس میں جتنی رفیع الشان ہے۔ دین داروں کے لئے امتحان و ابتلا کی اتنی ہی بڑی کسوٹی بھی ہے ابھی سن ہی چکے قوم موسی علیہ السلام نے جب بامر الہی اس سرزمین کا رخ کیا تو جبارین و ظالمین کا سامنا ہوا۔

اس ارض مقدس کو طالوت اور بخت نصر نے اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔ باشندگان ارض پاک کے قتل کے ساتھ ساتھ معبد مقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ پھر صلیبی لیڈروں نے اس ارض مقدس میں وہ ظلم ڈھائے کہ طالوت اور بخت نصر کے مظالم بھی بے حقیقت ہو کر رہ گئے۔

اللہ اللہ ! ایک وہ بھی وقت تھا کہ اسی ارض مقدس پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قبضہ کیا تھا لیکن ایک قطرہ خون زمین پر نہ بہا۔ لیکن انہیں امن پسندوں کی اولاد کی لاشیں ان کے خون میں امن و سلامتی کے ٹھیکیداروں، صلیبی درندوں نے تیرائیں۔ بالآخر 90 سال بعد شیر دل غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان صلیبی سورماؤں کو سمندر پار دھکیل کر ارض مقدس کو پاک کر دیا۔

پھر ارض مقدس کی پاسبانی عثمانی ترکوں کو سونپی گئی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان بہادروں نے صدیوں تک پورے یورپ کے مقابل سینہ سپر ہو کر پاسبانی کا حق ادا کر دیا صلیبی معرکوں میں انجام کار ذلت و رسوائی اٹھانے والے یورپین نے اگرچہ ہر عہد میں ارض پاک پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھے ہوں گے مگر عثمانی ترکوں سے ارض مقدس چھیننے کی جرأت کبھی نہ کر سکے۔

خلافت اسلامیہ مٹ چکی تھی مگر عثمانی سلاطین نے کچھ نہ کچھ اس کی آن بان باقی رکھی، مصر، شام، عراق، حجاز، فلسطین، لبنان، سمرقند و بخارا، کاشغر، پورا چینی ترکستان عثمانیوں کے ہلالی پرچم کے نیچے جمع تھا۔اسی اتحاد و وفاق کے نتیجے میں سلطنت ترکی اتنی قوی تھی کہ صدیوں تک زار روس پوری قوت سے ٹکراتا رہا لیکن اسے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

یورپ کے مکار، روباہ صفت سیاستدانوں نے ترکوں سے بار بار ٹکرانے کے بعد یہ اچھی طرح آزما لیا تھا کہ جب تک مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ کیا جائے گا عثمانی شیروں کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔اس کے لئے انہوں نے اپنے ففتھ کالم کے ذریعہ ترکوں کے صوبوں میں قومی عصبیت کا شیطان پیدا کرنا شروع کیا ۔مصریوں کو پڑھایا کہ تم شاندار ماضی کے مالک ہو تمہاری ایک آبرومندانہ تاریخ ہے تم کیوں ترکوں کے غلام بنے ہوئے ہو۔شامیوں کو بھڑکایا تم جغرافیائی حیثیت سے، نسلی حیثیت سے، لسانی حیثیت سے ترکوں سے الگ تھلگ ہو ان سے برتر ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ترک تم کو غلام بنائے ہوئے ہیں؟ عراقیوں کو ورغلایا تم دولت عباسیہ کے کروفر کے وارث ہو تم تمام دنیائے اسلام کے مرکز رہ چکے ہو آج کیوں اتنے مردہ بن گئے ہو کہ یہ ترک تم پر مسلط ہیں؟ حجازیوں کو اکسایا تم ان مجاہدین کی اولاد ہو جنہوں نے سب سے پہلے کلمہ اسلام کو اپنایا اور سارے جہاں میں پھیلایا تمہارا کوئی حریف نہیں آخر اب اتنے کیوں گر گئے ہو کہ سمندر پار کے ترک تم پر حکومت کر رہے ہیں؟ پھر اب کیا تھا مصر شام حجاز سب نے بیک وقت انقلاب زندہ باد کے ساتھ ساتھ اعلان آزادی کر دیا۔اسی طرح آناً فاناً وہ قوت مجتمع جس نے پانچ سو سال تک یورپ کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال رکھا تھا پاش پاش ہو کے رہ گئی۔

ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

پھر کیا تھا بڑی آسانی کے ساتھ برطانیہ نے ارض مقدس پر قبضہ کر کے یورپ کے کروڑوں صلیبی دیوانوں کا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا ساری دنیائے اسلام تڑپ کر رہ گئی۔ فلسطین کا غم مسلمانوں کے سینہ میں ناسور بن کر رہ گیا۔ روئے، گڑگڑائے، جلسے کیے، جلوس نکالے، بیان دیے، فریادیں کی مگر سب کچھ بے سود،

اسی وقت کے لئے فرمایا گیا

دعائهم لا يستجاب ایسے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر جاں بری کی دعا کرنا قدرت کے ساتھ ٹھٹہ ہے۔
اب بھی وقت ہے کہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کیا جاتا۔ لیکن وطنیت کا بھوت اور سرکش ہوتا گیا۔الگ ہو گئے تھے لیکن مل کے رہتے اور کم از کم ارض مقدس کی بازیابی کے معاملے میں متحد رہتے تو شاید ساری دنیا اسلام کو یہ ذلت آفریں دور نہ دیکھنا پڑتا۔ نجدیوں کی تلواریں بے نیام ہوئی تو ارض مقدس کی بازیابی کے لیے نہیں بلکہ حرمین طیبین کے بے گناہوں کے خون پینے کے لئے اور جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں آرام فرمانے والے اسلاف کے مزارات کو کھودنے کے لئے۔ بجو صفت سے گورنروں سے اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے۔

عربوں کے آپس میں اختلافات وانتشار تشنت در تفرق نے دنیا اسلام کو وہ روز بد دکھایا کہ 1949 میں امریکہ اور برطانیہ نے اپنی اسلام و مسلمان دشمنی کا ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہوئے بین الاقوامی آئین کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ارض مقدس کی تقسیم کر کے اپنی کوکھ سے اپنی سیاسی ناجائز اولاد یہودی مملکت اسرائیل کو جنم دیا۔یہودی مملکت کا وجود ساری دنیا کے مسلمانوں کی حمیت ملی، غیرت دینی کو کھلا ہوا چیلنج تھا۔ لیکن سوائے کچھ شور شغب اور دو ایک ہاتھا پائی کے اور کچھ نہ ہو سکا۔

اگرچہ برطانیہ نے اپنے قبضے کے روز فرداہی سے ساری دنیا میں بکھرے ہوئے یہودیوں کو گھسیٹ کر فلسطین میں آباد کرنا شروع کر دیا تھا اور حکومت کے تمام اعلی عہدے اور تجارتی وزراعتی بالادستیاں یہودیوں کو دیں۔ مگر برطانیہ کی انتھک کوششوں کے باوجود فلسطین میں یہودی آبادی 33 فیصدی سے زائد نہ ہوسکی۔ آئین اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ پورا ملک 66 فیصد سے زائد آبادی اور وہاں کے ہزارہا سال سکان عرب کے حوالے کرتے۔ لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی کے زخموں سے نسلا بعد نسل تڑپتا ہوا یورپ اپنے آباؤاجداد کی ذلت اور رسوائیوں کا انتقام لینے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع شاید نہ پاتا ۔جوش انتقام میں اندھے ہونے والے یورپ نے اپنے خود ساختہ آئین کی دھجیاں بکھیر دیں اور ارض مقدس فلسطین کی تقسیم کر کے ارض مقدس کے صحیح مالکوں سے چھین کر 66 فیصد کو 33 فیصد کمینے درندوں کا غلام بنادیا۔

عربوں کی بے کسی اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ہمارا حق ہمیں نہیں مل سکے گا تو یہ اسکیم پیش کی کہ اس خطہ میں سیکولر مخلوط حکومت قائم کر دی جائے اور دونوں فرقوں کو اپنی اپنی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے۔ لیکن کینہ پرور برطانیہ نے یہ بھی نہیں سنا اور اپنی ضد اور ہٹ پوری کر کر رہا۔ ہزاروں سال کے باشندوں پر نو آباد یہودی کتوں کو حاکم بنا کے چھوڑا۔ دنیا اسلام خصوصا عرب کے لیے یہ معمولی حادثہ نہیں تھا۔ کون اسلامی دل ہے جو نہ تڑپا ہو؟ کون اسلامی روح ہے جو بے چین نہ ہوئی ہو؟ کون زبان ہے جو چیخی نہ ہو؟ لیکن قصر بلھنگم کے ارکان بے حیائی اور درندگی کی اس منزل پر تھے جہاں "ہرچہ خواہی کن" فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔

روس سے متاثر علاقوں نے یہودی ریاست کو امریکہ کی مغربی ایشیا میں اجارہ داری کا اڈہ کہا۔ آج بھی کہتے ہیں۔ لیکن میں اسے یورپ کے صلیبی درندوں کی ذلت آمیز شکست کا انتقام کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ امریکہ اور برطانیہ کو اجارہ دارانہ غلامی کے لیے مغربی ایشیا میں کمی نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے بہت سے جاہ پرست اقتدار کے بھوکے اپنی دینی غیرت وحمیت امریکہ و برطانیہ کو رہن دے سکتے تھے۔ اور

اب بھی دے رہے ہیں۔ تواس کے لیے دنیا کے انصاف پسند حلقہ میں بدنام ہونے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لعنت کا تمغہ حاصل کرنے کے لئے یہودی مملکت جن کو اپنی سیاسی بدکرداری کا اعلان کرنے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ہاں یہ ضرور ہے کہ اگراردن یانجدی مملکت کو اجارہ داری کا اڈہ بناتے تو شاہ رچرڈ کی فرار کی کالک برطانیہ کی پیشانی سے مٹ تو جاتی۔ مگراس کے قلب و جگر کے اس ناسور کا علاج کیا ہوتا جو فلسطین پر صلیبی پرچم لہرانے میں پیدا ہو گیا تھا۔اس کا مداوا توان کینہ پرورانتقام سفاکوں کے نزدیک یہی تھا کہ ارض مقدس ان فاتحین کے قبضے میں نہ رہے جنہوں نے ان کے ہم مذہبوں سے چھینا تھا۔

عرب کے لیےاب بھی وقت تھا کہ ملت کی آبرو بچانے کے لئے اپنےاقتدار کی ہوس سے دست کش ہو کر پوری ملت کی پیشانی پر لگے ہوئے کلنگ کے ٹیکے کو دور کرنے کی کوشش کرتے لیکن افسوس صد افسوس ایسانہ ہو سکا۔

نہ اردن و عراق کی کشمکش ختم ہو سکی، نہ نجد اور مصر میں اتفاق ہو سکا، نہ امام نواز اور حریت پسند یمنیوں میں صلح ہو سکی۔ایک دوسرے کے خلاف اعصابی بلکہ سلاحی جنگ تک جاری رکھے ہوئے ہیں۔یہی نہیں بلکہ خود اندرونی طور پر وہ افتراق و شقاق کہ الامان والحفیظ!

یہی کرنل ناصر جو آج رو رہے ہیں کل اخوان المسلمین کے خلاف کیا کیا نہیں کر چکے ہیں؟ شاہ فاروق کے حامیوں پر وہ کون ظلم نہیں کیے جو فراعنہ پہلے نہیں کر چکے ہیں۔ عراق میں اندرونی خون خرابہ نہیں ہوا کہ شام میں نہیں ہوا ذرا ذراسی مملکتیں اور نہ پڑوسیوں سے صلح نہ آپس میں اتحاد اپنی صلاحیتیں، قوتیں اپنے بھائیوں کے خلاف استعمال ہو رہی ہیں ان سب پر طرہ یہ ہے کہ عیاشی، تن آسانی میں وہ انہماک کہ پیرس ولندن کو پیچھے چھوڑنے کی جدوجہد، ہر سال عروس نو سے ہمکناری، ہر سال نیو ماڈل کار، چاہے رہنے کو گھر نہ ہو دنیا کے بیش قیمت سے بیش قیمت کپڑے بدن پر، یورپ کے اسپیشل کوالٹی کے صوفے عربوں کے خیموں میں، شاہ سعود کے حرم میں اکٹھے سو کنیزیں، محل سرا کے در و دیوار کو چھوڑ یے

فرش اور زرینے غلافوں سے آراستہ اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کے وارثین عیش و عشرت کے رنگینیوں میں۔

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

دوسری طرف یہودی شب و روز محنت و جاں وازی اور اسلحہ کی فراہمی مشق جنگ میں مصروف ہیں ۔کسی یہودی سربراہ مملکت کے محل میں ایک سے زائد بیویاں نہ ہو گی۔ کوئی خیمے میں شب و روز گزارنے والے یہودی کے گھر کار نہ ہو گی۔ عرب سامان عیش و عشرت لہب ولعب جمع کرتے رہے اور یہودی اسلحے، عرب موسم بہار میں عروس نو کے ساتھ پیرس و نیو یارک میں ہنیمون مناتے رہے اور یہودی تیر و تفنگ کی مشق کرتے رہے عرب اپنے بھائیوں کے زیر کرنے شکست دینے کے جوڑ توڑ میں اور یہودی عرب کو صفحہ دنیا سے مٹانے کی تیاری میں۔اس کا نتیجہ جو نکلنا چاہیے تھا وہ نکلا اب رونے سے کیا حاصل ! مسبب الاسباب جل مجدہ نے ہمیں پہلے بتادیا تھا۔

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

اس کریم مولی نے ہمیں واضح طور پر بتادیا تھا۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا

کاش کہ ماضی قریب کی ذلت اور تباہی عربوں کے لیے تازیانہ عبرت ہوتی۔ دنیا کی ذلیل ترین مٹھی بھر قوم سے اتنی سنگین شکست کھانے کے بعد بھی آنکھیں کھل جاتیں تو افسوس کم ہوتا۔ مگر اب بھی نہ تو قومیت کا بھوت اترا اور نہ آپس کی کینہ پروری و حصول جاہ و مال کی لڑائی ختم ہوئی ۔اب بھی وہی پھوٹ اپنے بھائی

صفحہ ہستی سے مٹانے کے مشورے۔

نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

اسلام میں پورے طور پر داخل ہوجاؤ

مولانا **فیض العارفین رضوی** صاحب قبلہ:

اس وقت امت مسلمہ جن چیزوں سے گزر رہی ہے وہ بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔ہر شخص کو اپنی ذمہ داری خوب اچھی طریقے سے نبھانی چاہیے۔اور اس کا حل تلاش کرنا چاہیے کہ وہ کون سی غلطیاں اور خامیاں ہیں کہ جن کی وجہ سے آج ان آزمائش میں مبتلا ہیں۔اور ایک بات یاد رکھیں جب تک ہم اللہ رب العزت کی رحمت کو نعمت نہیں سمجھیں گے تب تک ہم اللہ رب العزت کو اصل منعم نہیں سمجھیں گے۔

اللہ رب العزت نے ہمیں دو طرح کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ایک تو ہے ظاہری نعمت جیسے کھانا پینا دولت مالداری اور بہت سی چیزیں اور دوسری اور سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔اللہ رب العزت کا ہم پر بہت بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہم سب کو ایک عظیم نعمت عطا فرمائی اور وہ ایمان ہے۔اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے اور اس بات کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کتنی بڑی نعمت ہے؟ لیکن کچھ لوگ اس نعمت عظیمہ کو نعمت نہیں سمجھتے ہیں اور پورے طور پر اسلام کے احکامات پر عمل نہیں کرتے بعض کام مسلمانوں والے اور بعض کام غیروں والے۔یہ کیا ہے؟ جب اللہ رب العزت نے ہمیں اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی قدر کرے اور اس کو نعمت سمجھیں۔اور اس کے تمام احکامات پر عمل کریں۔

وہ لوگ جو بعض کام مسلمانوں والے کرتے ہیں اور بعض کام غیروں والے۔ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنو ادخلو فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین

یعنی اے ایمان والو اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

یہ آیت کریمہ کب نازل ہوئی کس موقع پر نازل ہوئی تو مفسرین کرام نے بیان فرمایا کہ اہل کتاب میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد موسی علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شریعت کے بعض احکام پر عمل کرتے تھے جیسا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور ہفتے کے دن شکار سے بچنے کو لازم جانتے تھے اور اونٹ کے گوشت اور اونٹ کے دودھ سے بھی بچتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں۔ لیکن توریت میں ان چیزوں سے بچنے کو کہا گیا ہے تو اس وجہ سے ان کام کے ترک کرنے میں کوئی اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور موسی علیہ السلام کی شریعت پر عمل بھی ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ پورے طور پر اسلام کے احکامات کی پیروی کرو یعنی توریت کے احکامات اب منسوخ ہو گئے اب ان پر عمل نہ کرو۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا مطلب کیا ہے ہے ؟ تو اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں ؟ اور مسلمان صحیح معنوں میں کون ہے ؟ تو اسلام نام ہے اس مکمل نظام حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا اب چاہیں اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو یا معاشرت سے ہو یا سیاست سے ہو یا حکومت سے ہو یا تجارت و کاروبار سے ہو الغرض اسلام کے احکام چاہیں وہ زندگی کے کسی بھی حصے سے متعلق ہوں کامل مسلمان

بننے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں سچے دل سے قبول کر کے اپنی زندگی میں لایا جائے۔اس میں ان لوگوں کے لیے ایک بہت بڑاپیغام ہے کہ جنہوں نے دین کو صرف نمازروزے اور کچھ مخصوص عبادت تک ہی محدود کرر کھاہے۔اور رہے معاملات اور معاشرت یعنی آپس میں رہن سہن کے طور طریقے اس میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں۔اور اسلام کے طریقہ پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

اور اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں ایسے داخل ہو جاؤ جیسے کوئی شخص کمرے میں داخل ہوتا ہے اور جب باہر والے اس کو دیکھتے ہیں تو نظر نہیں آتا صرف اور صرف کمرہ نظر آتا ہے تو اسلام میں ایسے داخل ہو جاؤ جب کہ تم کو کوئی دیکھے تو تم نظر نہ آؤ بلکہ اسلام نظر آیے۔

آپ لوگ یہ سوچیں کہ صرف کرتا پائجامہ پہن کر نماز روزہ رکھ کر پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جایں گے۔جب کہ ہمارے باقی کام ویسے ہی رہی ہمارے معاشی معاملات ہمارے شادی بیاہ اور آپس میں لین دین ان کے علاوہ بہت سے وہ کام جو اسلام کے احکام کے خلاف ہیں۔تو ہمارے یہ سب معاملات ویسے ہی رہیں تو کیا ہم لوگ پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں گے ؟ بالکل نہیں ! ہم جب تک نماز پنجگانہ روزے وغیرہ کے ساتھ ساتھ اسلام کے تمام احکامات اور فرامین پر عمل نہیں کریں گے تب تک ہم کامل مسلمان نہیں کہلائیں گے۔اور تب تک اللہ رب العزت کے فرمان "ادخلو فی السلم کافۃ" میں داخل نہیں مانیں جایں گے۔

اب دیکھیں شادی بیاہ میں صرف اور صرف ایک ہی کام اسلام کے موافق ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ ہے نکاح۔اس کے علاوہ باقی کام ڈھول باجے ناچ گانے آتش بازی وغیرہ وغیرہ ان کے ذریعے شادی میں اسلام کا جنازہ اتر رہا ہوتا ہے اور اب مساجد کا حال دیکھیں مساجد میں ہمارا رویہ کیا ہے ؟ ہم نماز ادا

کرنے کے بعد اسی جگہ پر بیٹھ کر ایک گروپ بنالیتے ہیں اور پھر بیکار باتوں کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اور پھر اس کے باوجود بھی ہم اپنے آپ کو پکے مسلمان اور پکے نمازی سمجھتے ہیں۔

علمائے کرام نے آیت کریمہ "ادخلوا فی السلم کافة "کے تحت بہت ہی عمدہ بات لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ داڑھی منڈوانا، مشرکوں کا لباس پہننا یا ان جیسا لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا یہ سب ایمان کی کمزوری کی علامت ہیں۔ جب آپ مسلمان ہو گئے تو صورت و سیرت ظاہر و باطن عبادات و معاملات رہن سہن، میل، برتاؤ زندگی، موت، تجارت و ملازمت ان تمام چیزوں میں اپنے دین پر عمل کرو۔

اور اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کا دوسرے مذاہب یا دوسرے دین والوں کی رعایت کرنا شیطانی دھوکے میں آنا ہے۔ اور علمائے کرام نے ایک اور بات لکھی ہے کہ اسلام ایک عمارت ہے تو جو شخص اس عمارت سے باہر ہو جائے تو وہ دیوار کا سایہ تو حاصل کر سکتا ہے لیکن گرمی ٹھنڈ اور بارش سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور جو اس عمارت کے اندر آجائے تو وہ پورے طور پر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اب دیکھیے کہ منافقین نے کلمہ پڑھا انہوں نے اسلام کے دیوار کی آڑ تو لے لی تو اس وجہ سے وہ قتل سے بچ گئے اس لیے کہ وہ زبان سے کلمہ پڑھتے تھے مگر شیطان سے نہ بچ سکے دوزخ کی سردی گرمی سے نہ بچ سکے تو گویا کہ وہ عمارت میں داخل نہیں ہوئے یعنی پورے طور پر وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تو اسی وجہ سے ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ اسلام کی دیوار سے سایہ حاصل نہ کرو عمارت میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے اور اسلام کے تمام احکامات پر مکمل طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرقوں میں کون بٹا۔۔۔؟

مولانا **نفیس احمد قادری** صاحب قبلہ:

متعلم جامع ازہر مصر

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ کسی بھی قوم کی عروج و ترقی فلاح و بہبودی متعدد وسائل کے ساتھ اعتقادی ہم آہنگی، آپسی بھائی چارگی، جذبۂ اخوت و محبت کی فراوانی اور نظریاتی یکسانیت پر منحصر ہوتی ہے۔ جونہی اتحاد و اتفاق کی یہ سلسلۃ الذہب کڑی ٹوٹتی ہے تو؛ انتشار و افتراق، جمود و تعطل اور زوال و پستی کا ظلمت زدہ باب بتدریج صفحۂ کائنات پر کھلنا شروع ہوتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف اس قوم کی جبین پر ذلت و ہزیمت، جور و ستم اور ظلمت و بربریت کی عبارت کا مرقوم ہونا اس کا لاینفک جز بن جاتا ہے۔ اس اتحاد و انضمام کا مثبت پہلو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی توحید پرستی سے بھی عیاں ہے۔ جب تک ان قوموں میں اتحاد کا عنصر زندہ رہا؛ ان قوموں نے دنیا بھر میں حکومت کی۔ (بالخصوص قوم یہود نے) جونہی ان میں اس عنصر کا فقدان ہوا ذلت و پستی ان کا مقدر بن گئی۔ اس لیے قرآن نے امت محمدیہ کو پچھلی قوم کی غلطیوں سے عبرت لینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

لقد كان في قصصهم عبرة لأولى الألباب

بیشک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

جب گزشتہ قوم میں سے قوم یہود کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جن پر بے شمار خدائی انعام و اکرام ہوا ہے۔ یہی وہ بابرکت قوم ہے جنہیں روئے کائنات کی قوموں میں افضلیت کا تمغہ نصیب ہوا۔ فرمان الٰہی ہے:

"وأني فضلتكم على العالمين" اور یہ کہ تمہیں اس سارے زمانے پر بڑائی دی۔

یہی وہ عالمی طاقت ور قوم ہے جن میں تقریباً نو سو صدی قبل (عیسوی) حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام آئے جن کی حکومت کا دائرہ ریاستی سطح سے پرواز کرتے ہوئے عالمی سطح تک جا پہنچا تھا ۔ مگر جب افتراق و انتشار اور ضعف ایمانی نے سر ابھارا تو پھر کہیں سر اٹھانے کے قابل نہ ٹھہرے۔اس افتراق کے اسباب میں سے ایک سبب پہلی دفعہ توریت کے نسخے کا منظر عام پر آنا بھی ٹھہرتا ہے ۔یہ وہ نسخہ ہے جو تقریباً توریت کے نازل ہونے کے پانچ سو سال بعد "حلقیا" نامی پادری کے ہاتھوں منظر عام پر آتا ہے۔ اس کے بعد پھر تقریباً دو سو سال بعد (444 قبل عیسوی) "عزرا" نامی راہب کے ہاتھوں ایک اور نسخہ دستیاب ہوتا ہے۔اور یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔اور پھر جب یہودیوں کی آپسی جنگ وجدال، نفسانی خواہشات اور متمرد سرکش طبیعتوں نے مذکورہ نسخوں پر عمل پیرا ہونے کو شاق جانا تو حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کے بعد توریت کی من مانی تفسیر و توضیح کی گئی اور "تلمود" نامی کتاب منشۂ شہود پر آئی۔ جس میں نہ خدائی عظمت و تقدس کا کوئی پہلو برقرار رکھا گیا اور ناہی حرمت انبیا کا پاس و لحاظ۔تو ظاہر ہے کہ ان نسخوں کا براہ راست منفی اثر قوم یہود پر پڑنا تھا سو پڑا اور صدوقیین، فروسیین، کتبہ، عنانیہ اور سامرا و غیرہ نامی فرقے معرض وجود میں آئے ۔اور اتحادی قوت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔۔

اس قوم یہود کی رشد و ہدایت کے لیے آج سے تقریبا دو ہزار برس قبل حضرت عیسی علیہ السلام فرش گیتی پر تشریف لائے۔قرآن میں ہے:

وإذ قال عيسى ابن مريم يبني إسرائيل إني رسول الله إليكم

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسی ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

ان کی آمد سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہر چہار جانب ہونے لگی، مادیت پرستی کا سحر ٹوٹنے لگا۔ روحانیت کا غلبہ ہر سو دکھنے لگا۔ جذبۂ محبت و عقیدت پروان چڑھا، اعتقادی و نظریاتی یکسانیت نے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا۔ بایں طور اتحادی قوت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ ہر طرف تعلیمات عیسی علیہ السلام کا اثر دکھنے لگا۔ پر مادہ پرست قوم یہود کو روحانیت کی یہ خوش گوار فضائے راس نا آسکی۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو پھانسی کی سزا حکومت روم کی طرف سے مقرر کروانے پر کام یاب ہوگئی۔ پر قادر مطلق نے عین آخری وقت میں اپنے نبی کو آسمان میں اٹھالیا اور ان کی جگہ انہیں کے ایک خبیث النفس شاگرد جو اس مذموم فعل کی انجام دہی میں سرگرم تھا اس کی حضرت عیسی علیہ السلام جیسی صورت بنائی اور اسی کو نذر صلیب کیا گیا۔

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم

ترجمہ: اور ہے یہ کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔

اور فرمایا:

وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه۔

ترجمہ: اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

بعض نے کہا: انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔

اب یہی سے قوم مسیح علیہ السلام میں اختلاف کی ہوا گردش کرنے لگی۔

بعض نے کہا: نہیں! بلکہ وہ آسمان میں اٹھالیے گئے۔

اور پھر یہ توحید پرست قوم رفتہ رفتہ تثلیث کے بھی قائل ہونے لگی۔ ساتھ ہی ان پر نازل ہونے والی مقدس کتاب انجیل شریف کا نسخہ بھی بروقت دریافت نہ ہوسکا بلکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے ساٹھ پینسٹھ سال بعد انجیل کا نسخہ بنام "انجیل مرقس" وجود میں آیا۔ پھر مرور زمانے کے ساتھ

اور تین نسخے "انجیل متی، انجیل لوقا، انجیل یوحنا معرض وجود میں آئے۔ ان میں کا ہر نسخہ ایک دوسرے کے مغایر تھا۔ ایسے میں ظاہر ہی ہے کہ عیسائیوں میں جو اتحادی قوت فولاد کی صورت میں تھی اسے منتشر ہونا تھا سو وہ اریوس، بربرانیہ، مقدونیوس اور نسطورین وغیرہ فرقوں کی صورت میں بکھر چکی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے امت مسلمہ کو جگہ جگہ اتحاد کی دعوت دی ہے۔ تاکہ گذشتہ قوموں کی طرح یہ بھی ٹکڑوں میں نہ بٹے۔ ارشاد ربانی ہے:

إن اللذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم في شئ

ترجمہ: وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ اے محبوب! تمہیں ان سے کوئی علاقہ نہیں۔ (کنزالایمان)

وأطیعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البینات

ترجمہ: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں۔

حدیث پاک میں بھی جگہ جگہ اتحاد پر زور دیا گیا ہے۔

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا

ترجمہ: ایک مؤمن دوسرے مومن کے لیے عمارت کے مانند ہے جو ایک دوسرے کو تقویت بخشتا ہے۔

ترى المؤمن في تراحمهم وتودهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى

ترجمہ: مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے رحم کرنے، ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنے میں جسم کے مانند ہے جب ان میں سے کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کے لیے پورا جسم درد اور بخار کے ساتھ رات جگائی کرتا ہے۔

اور جماعت سے الگ ہونے والوں کے لیے سخت وعید آئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فارق الجماعة مات ميتة الجاهلية

ترجمہ جو جماعت سے الگ ہوا (اور اسی حالت میں موت ہوگئی) تو جاہلیت کی موت مرا۔

ان فرمودات وارشادات میں اس جانب زور دیا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو کر رہیں۔ اختلاف وانتشار کی مسموم فضا سے مسلم معاشرے کو مکدر ہونے سے بچائیں۔

مسلم معاشرے میں اتحاد و محبت کے مستحکم رشتے کا قیام آپسی اعتقاد و نظریات کی یگانگت و یکسانیت پر مبنی ہے۔ کسی بھی فرد یا گروہ کا عقیدہ اگر دوسرے فریق کے عقیدے سے متصادم ہو گا تو لا محالہ وہاں عداوت وانتشار کی چنگاریاں پھوٹیں گیں اور آپسی اخوت و محبت کو جہاں زک پہنچے گا وہی روحانی لذتوں سے بھی محرومی نصیب ہو گی۔ اس لیے اب ضرورت پیش آئی اس بات کی کہ وہ کون سا منہج ہو سکتا ہے جسے اپنا کر مسلم معاشرہ امن وآشتی، طاقت و قوت اور امت خیر کا مصداق ٹھہر سکتا ہے؟ قرآن کریم نے اس جانب رہنمائی کی اور فرمان ہوا:

واعتصموا بحبل الله جميعا۔امام قتادہ اور سدی نے فرمایا کہ حبل اللہ سے مراد قرآن پاک ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن هذا القرآن هو حبل الله المتين، وهو النور المبين، والشفاء النافع، وعصمة لمن تمسك به، ونجاة لمن تبع به

یہ قرآن پاک اللہ کی مضبوط رسی ہے۔واضح روشن،شفاو نفع بخش کتاب ہے۔اوراس کے لیے مضبوط پناہ گاہ ہے جس نے اسے پکڑا۔اوراس کے لیے ذریعہ نجات ہے جس نے اس کی پیروی کی۔

جب ہم "أمة وسطا" (سب امتوں میں افضل) کے اولین مخاطب صحابۂ کرام کی جماعت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کے اصول وفروع پر کامل طور پر کاربند تھے۔وہ خدا کے حق میں صفات واجبہ ومستحیلہ کے قائل تھے۔یونہی نبی کے حق میں نبی کے لیے امور واجبہ اور امور مستحیلہ کا اعتقاد رکھتے تھے،ان کا حد درجہ احترام فرماتے تھے "وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا" (اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو او جس سے منع فرمائیں باز رہو) ۔اور" قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله"(اۓ محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)کی عملی تفسیر تھے۔

ان کی اس ایثار وقربانی کا نتیجہ انہیں خدا کی رضا کی صورت میں حاصل ہوئی۔فرمان خداوندی ہے:"

والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه۔اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

ہمارے پیارے آقا نے ان کے حق میں فرمایا کہ

"لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ"

میرے اصحاب کو برا مت کہو، میرے اصحاب کو برا مت کہو، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے تو ان کے دیئے ایک مُد (آدھ کلو) یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نبی پاک امت کو دستور دین و دنیا دیتے ہوئے فرماتے ہیں: فعليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين تمسكوا بها۔

تو تم میری سنت کی اور خلفاے راشدین مہدیین کی سنت کی پیروی کرنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا۔

ان نصوص سے ثابت ہوا کہ جس گروہ نے طریقۂ صحابہ کو اختیار کیا ان جیسا عقیدہ رکھا وہ دین و دنیا کی نعمتوں اور رضائے مولی سے سرفراز ہوا۔ اور جو مسلک صحابہ سے منحرف ہوا وہ غضب الٰہی اور اس کے عتاب کا شکار ہوا۔

تاریخ میں "ولا تفرقوا" پر علم بغاوت بلند کرنے والوں میں سر فہرست خارجی نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد شیعہ اور پھر ناصبیہ کا ذکر آتا ہے اور یہ تمام فرقے مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور امارت میں ظاہر ہوئے۔ پھر تقریباً پہلی صدی ہجری کے بعد فرقۂ معتزلہ کا وجود سامنے آتا ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی فرقوں مجسمیہ، کرامیہ، مشبہ وغیرہ کا جنم مہد کائنات پر ہوتا ہے۔ اور ان سب کے عقائد و نظریات مسلک صحابہ سے متصادم ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کا دعوی ہوتا ہے کہ ہم منہج صحابہ پر گامزن ہیں۔ ہمارے اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں منضبط ہیں۔ اور ہم ہی جنتی فرقہ ہیں۔ ایسے پر فتن وقت میں ہمارے لیے ہدایت کی روشنی حدیث پاک کی نوری کرنوں سے پھوٹتی ہے اور ہمیں سواد اعظم کی اتباع پر پر زور تاکید کی جاتی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا يجمع الله هذه الأمة على الضلالة أبدا

اللہ عزوجل کبھی اس امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يد الله على الجماعة فاتبعوا السواد الأعظم ، فإنه من شذ شذ في النار

اللہ عز وجل کا دست قدرت جماعت پر ہے لہذا سواد اعظم کی پیروی کرو۔اس لئے کہ جو اس سے الگ ہو گا وہ جہنم میں ہو گا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

إن أمتي لا تجتمع على ضلالة - فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم

میری امت گم راہی پر اکھٹا نہیں ہو گی جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم جانو۔

ان نصوص سے پورے طور پر واضح ہو گیا کہ سواد اعظم صحابۂ کرام کی جماعت ہے اور ان کے بعد ان کے مسلک پر گامزن تابعین تبع تابعین اور ان کے بعد ان کے نہج کو اپنانے والے دور حاضر تک تمام خوش بخت صحیح العقیدہ مسلم جماعت ہیں جنہوں نے منہج صحابہ کو دل وجان سے اپنایا اور دینی اصولیات سے کبھی رو گردانی نہیں کی۔ایسے میں کوئی گروہ تعلیمات قرآن وحدیث سے رو گردانی کر کے سواد اعظم سے برگشتہ ہو کر نئی جماعت کی بناڈالے اور صحیح العقیدہ جماعت پر تفرقہ بازی کا الزام دھرے تو چاہیے کہ وہ از خود عدل وانصاف کا عینک لگا کر دقیق نظروں سے دینی اصولیات کا بنظر عمیق مطالعہ کرے۔اور دوسروں پر طعنہ زنی سے باز رہے۔

تعلیمات قرآن وحدیث اور مسلک صحابہ سے انحراف کرنے والی عالمی جماعت میں ایک نام **وہابی جماعت** کا بھی آتا ہے جو کہ بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں محمد بن عبد الوہاب نجدی (1703_1792) اور محمد بن سعود کے ہاتھوں انگریزوں کے اشارے پر حیطۂ وجود میں آئی جس کے بنیادی مقاصد میں سیاسی سطح پر: امت میں افتراق وانتشار پیدا کر کے مسلمانوں کو کمزور کرنا۔آپسی اتحاد کا شیرازہ تار تار کر کے عربوں کو قومیت کا احساس دلا کر ترکوں کی بالادستی کا حرمین شریفین سے بالخصوص اور عالم اسلام سے بالعموم خاتمہ کرنا شامل تھا۔

انور شاہ کشمیری نے ابن عبد الوہاب کا کچھ اس انداز میں تعارف کیا ہے۔

"محمد بن عبد الوہاب بے وقوف اور کم علم شخص تھا اور مسلمانوں کی تکفیر میں بہت عجلت کرتا تھا۔"

ابن عبد الوہاب اکھڑ امزاج، کند ذہن گستاخ رسول وصحابہ واقع ہوا تھا۔ زائرین روضۂ رسول پر اعتراض کرتا، اپنے اور اپنے ہم مسلک افراد کے علاوہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو مشرک گردانتا، تقلید شخصی کو ناجائز سمجھتا اور کہتا جس نے تقلید کی اس کو اس نے رب تسلیم کیا اور جس نے رب تسلیم کیا وہ مشرک ٹھہرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی بزرگ سے شفاعت طلب کرنا شرک قرار دیتا یونہی وسیلے کو بھی حرام سمجھتا تھا۔

برصغیر میں کچھ اس طرح کے افکار فاسدہ و باطلہ کی ترجمانی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بھائی شاہ عبد الغنی کے گھر 1193 ہجری کو پیدا ہونے والے محمد اسماعیل (دہلوی) کے ہاتھوں تقویت الایمان کی صورت میں آئی جو کہ ابن عبد الوہاب کی تلخیص شدہ "کتاب التوحید" کے طرز پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی مسلمانوں میں بڑا جھگڑا اور اختلاف پیدا ہوا۔ انگریزوں نے اسے غنیمت جانتے ہوئے اسماعیل دہلوی اور اس کے پیر سید احمد رائے بریلوی کی مدد کی اور مسلمانوں کے درمیان تفریق وانتشار کی اس بھڑکتی آگ کو برقرار رکھنے کی غرض سے کتاب کے مفت نسخے تقسیم کیے۔ اس کتاب کے علاوہ اسماعیل دہلوی نے کئی کتابیں صراط مستقیم، ایضاح الحق، رسالہ یک روزہ وغیرہ تصنیف کی ہے۔ اپنی کتابوں میں خدا اور سول کی شان میں بہت زیادہ گستاخیاں کی ہے۔ بطور دلیل چند مثالیں:

اللہ تعالی کو زمان و مکان اور جہت سے پاک ماننا (یا قرار دینا) اور بغیر جہت اور محاذات کے اللہ تعالی کی رویت کو ثابت کرنا یہ ساری باتیں بدعات حقیقیہ سے ہیں۔ (ایضاح الحق)

اللہ تعالی کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (رسالہ یک روزہ ص 145)

یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویت الایمان)۔

اسماعیل دہلوی کے **متبعین** ہندوستان میں دو فرقوں میں بٹے۔ایک **فرقہ اہل حدیث** (غیر مقلد) کے نام سے موسوم ہوا جو عقائد میں وہابئیہ نجد اور وہابئیہ ہند کا ہم نوا ہے۔ جس کے اہم پیشوا میں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی اور نواب وحید الزماں وغیرہ ہیں۔اور دوسرا فرقہ **دیوبندی** کہلایا جو کہ مدرسہ دیوبند کی طرف منسوب ہے۔ تقویت الایمان کی تعلیمات کو قبول کرتا ہے اور امام اعظم کا مقلد اور تصوف وطریقت میں سلسلۂ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ وغیرہ کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتا ہے۔اس فرقے کے اہم سرغنوں میں اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی خلیل احمد انبیٹھوی قاسم نانوتوی وغیرہ شامل ہیں۔

ان کے عقائد سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں بطور مثال چند عقائد ملاحظہ فرمائیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کے آنے کا امکان: "اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس)

محمود حسن دیوبندی کے نزدیک اللہ تعالی تمام قبائح اور برائیوں کے ارتکاب پر قادر ہے۔ (جہد المقل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات وبہائم کے علم سے تشبیہ دینا:

اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان)

اس طرح کے بے شمار علمائے دیوبند کے ہفوات ہیں۔ جن کے رد بلیغ میں اہل سنت وجماعت کی ان گنت کتابیں منظر عام پر آئیں۔ پر خود دشنام طراز اور ملعون بارگاہ مصنفین توبہ ورجوع کرنے سے انکار

کرتے رہے اور آج تک ان کے متبعین اپنے اسلاف کے باطل نظریات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔
توفیق توبہ نصیب نہ ہو سکی الا ماشاءاللہ۔

ان مذکورہ دو فرقوں کے علاوہ اور بھی بہت سی گم راہ کن جماعتیں سر زمین ہند پر وجود میں آئیں مثلا **قادیانی**، جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔انبیا کرام علیہم السلام کی عزت پر حملہ کیا اور سیدنا عیسی علیہ السلام کی توہین کی۔

وہ لکھتا ہے کہ

خدائے تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالۃ الاوہام)

وہ آیات جو نبی کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو اپنی ذات پر چسپاں کرتے ہوئے دعویٰ کیا اس سے مراد میری ہی ذات ہے۔" مبشرا برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد" ۔" وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين" یعنی میں بشارت دیتا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام احمد ہے۔اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔(انجام آتھم)

قرآن بھدی گالیوں سے بھرا ہوا ہے اس کے کلام میں سختی کا راستہ اپنایا گیا ہے (ازالۃ الاوہام)

اسی طرح ایک فرقہ **نیچریہ** ہے۔ سر سید احمد خان اس کا موجد ہے اس نے زمانے کی ہر چیز کو نیچر (فطرت) سے جوڑا۔ جنت و دوزخ اور آسمان کے وجود کا انکار کیا۔اسلام و لا مذہبیت کو ایک نام دیا اور اللہ کی ذات پر بھی ایمان نہ رکھنے والے کو مسلمان قرار دیا۔اور تمام کتب احادیث کو لائق اعتبار نہ سمجھا۔
(از مستفاد: فتنوں کا ظہور)

ان فرقوں کے عقائد و نظریات سے بحسن وخوبی یہ نتیجہ اخد کیا سکتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ وہی ہے جو تعلیمات قرآن واحادیث پر عمل پیرا ہے جن پر سواد اعظم کا اطلاق ہوتا ہے۔اور وہ فرقہ اہل سنت وجماعت ہے۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے والے صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کو اپنا آئیڈیل مانتے ہیں۔یہی وہ فرقہ ہے جن پر "ما أنا عليه وأصحابي" (فرقۃ ناجیہ کے بابت میں فرمایا) جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے، کا اطلاق ہوتا ہے۔یہی وہ فرقہ ہے جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو اپنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کے بموجب گم راہ ہونے سے محفوظ رہا ہے کہ سرکار نے فرمایا" تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنتي "۔میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو تم گم راہی سے محفوظ رہو گے اور وہ دونوں: اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

لہذا تفرقہ بازی، اختلاف و تنازع پیدا کرنا، آپسی اسلامی محبت و مودت کی پاکیزہ فضا کو مسموم کرنا، منہج اسلاف پر شب خون مارنا، سنیوں کو بات بات پر مشرک و بدعتی کہنا وغیرہ صحیح العقیدہ سنی کا شیوہ و منہج نہیں بلکہ تعلیمات نبویہ سے برگشتہ ہونے والے تمام فرقوں کے علما و متبعین کا ہے۔لہذا انہیں خود اس گمراہانہ لباس کو اتار پھینک کر خیر امت کے مخاطب کا صحیح مصداق اپنے آپ کو ٹھہرانے کی ضرورت ہے۔

اللہ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے اور سواد اعظم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میوزک (گانا) اور آخرت کی بربادی

محمد حسان رضا راعینی:

مسلم معاشرہ جن برائیوں میں مبتلا ہے اس میں ایک نام میوزک یعنی گانوں باجوں کا بھی آتا ہے خاص طور سے نوجوان نسل اس میں زیادہ ملبس ہے اس میں بھی دو طبقے ہیں ایک وہ جسے صرف میوزک سننے کا شوق ہے اور اپنی نفسانی خواہشات کو وہ موبائل، ٹی وی کے ذریعے پورا کر لیتا ہے اور دوسرا وہ جو خود ان برائیوں کو جنم دیتا ہے، اور انہیں سنگر اور میوزیشن کہا جاتا ہے انہیں تمام طرح کے آلات موسیقی کا استعمال کرنا بھی آتا ہے انکا ذریعہ معاش بھی یہی ہوتا ہے۔ عندالشرع یہ طبقہ پہلے طبقے سے زیادہ بڑا مجرم ہے کیونکہ کسی بری چیز کو ایجاد کرنے والے کا گناہ اس بری چیز پر عمل کرنے والوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

ہمیں تو مشہور ہونا ہے:

جب ان سے کہا جائے کہ یہ پیسہ تم نے کیوں اختیار کیا یہ تو ناجائز و حرام ہے تو کہتے ہیں ہمیں مشہور ہونا ہے ہمیں اپنا ٹیلنٹ دنیا کو دکھانا ہے ہمارے سامنے شریعت کی بات نہ کرو شریعت پر چلے تو ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔ اللہ اکبر! ایسے ایسے جملے بولتے ہیں جو ایمان کا جنازہ نکال دیں۔

کیا زمانہ آگیا مشہور ہونے کے لیے حرام کاموں کا سہارا لیا جارہا ہے بے حیائی کو عام کیا جارہا ہے اور یہ لوگ تو جہنم میں جانے کا کام کر ہی رہے ہیں اور دوسروں کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

لیکن آج اس کا برعکس نظر آرہا ہے لوگ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد کرتے نظر آرہے ہیں

ایسا ہی حال میوزک سننے سنانے والوں کا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کھیل کی بات خریدتے ہیں۔

لھو حدیث سے مراد کیا ہے؟

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

الغناء ، والله الذي لا إله إلا هو وكذا قال ابن عباس و جابر و عكرمة و سعيد و مجاهد و مكحول و غيره

وقال الحسن البصري: في الغناء والمزامير

لھو حدیث گانا بجانا ہے اور مزامیر کا استعمال کرنا ہے یہ صحابہ ،تابعین اس کا معنی غناء سے کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو گانا گاتے ہیں ساز بجاتے ہیں مختلف قسم کے آلات موسیقی استعمال کرتے ہوئے میوزک کا دھندا کرتے ہیں۔

یہ اجلہ صحابہ کا قول ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گانا بجانا، طرح طرح کے آلات موسیقی کو استعمال کرنا کتنا بڑا گناہ ہے آج دنیا میں کروڑوں ڈالر صرف میوزک کے لئے خرچ ہورہے ہیں۔

آج جو میوزک کا دھندہ کررہے ہیں یہ سب نضر بن حارث کے بارث ہیں۔ یہ وہی نضر بن حارث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق کے خلاف سازشیں کرتا تھا۔اور اس نے کچھ نوجوان لڑکیاں خرید کر انہیں گانا گانے اور رقص کرنے کے لئے مقرر کر رکھا تھا یہ اسکی منصوبہ بندی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے نورِ ایمان سلب کرلیا جائے۔ بتاؤ یہ کتنی بڑی اسلام کے خلاف سازش تھی۔ آج کا دور اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے آج میوزک کلب میں کیا نہیں ہورہا ہے؟

عورتوں کی عصمت دری، شراب، جواسب کچھ۔ میوزک کلب میں میوزک کی تال پر رقص ہوتا ہے

شراب پی جاتی ہے مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہے میوزک بھی ان کے لیے نشے کا کام کرتا ہے اور کہانی زنا پر ختم ہو جاتی ہے۔

سلطنت اسلامی کا دعوی کرنے والا اور خود کو توحید پرست کہنے والا وہ سعودی پرنس جس نے عرب جیسی مقدس سرزمین میں سنیما گھروں کو کھول کر آئین اسلام سے غداری کی ہے اور ساتھ ساتھ وہاں میوزک کنسرٹ ہو رہے ہیں بڑی بڑی رقص کی محفلیں سج رہی ہیں مطلب صاف ہے کہ یہودی اپنے مقاصد میں پورے کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں۔

بلا وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں

کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

ڈانس کلاسز:

یہ بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے آج لڑکوں کی بات تو درکنار والدین اپنی نوجوان بچیوں کو ڈانس کلاسز میں بھیج رہے ہیں ڈانس کلاسز میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا اختلاط ہوتا ہے اور اس کے اندر کی کہانی ماں باپ کو پتہ چل جائے کہ بے حیائی کے نام پر کیا کیا ہوتا ہے تو کبھی اپنی بچیوں کو وہاں بھیجنے کا نام بھی نہ لیں۔

جس لڑکی کو اسلام پردہ کرنے کا حکم دے رہا ہے اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دے رہا ہے تو اس کے لیے یہ کیسے جائز ہو جائے گا کہ وہ مجمعِ عام کے سامنے نیم برہنہ کپڑوں میں میوزک کی تال پر رقص کرے۔

اور جب ان والدین سے کہا جائے یہ تو شریعت کے خلاف ہے یہ تو حرام ہے تو آگے سے کہتے ہیں کہ اس زمانے میں شریعت کی بات نہ کرو۔ ہماری بچی میں ٹیلنٹ ہے اپنا ٹیلنٹ لوگوں کے سامنے پیش کر رہی ہے پھر وہی لڑکی اگر کسی لڑکے کے ساتھ فرار ہو جائے تو یہی والدین ہاتھ ملتے نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ کاش ہم نے اپنی بچی ان برے کاموں سے روک کر رکھا ہوتا۔ جھوٹی شہرت کی خاطر ماں باپ کی عزت تار تار ہو کر رہ جاتی ہے ۔

اسلام ہی وہ پیارا مذہب ہے جو عورت کو عزت دیتا ہے جینے کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔

جو بھی میوزک سنتا ہے، یا میوزک پر ڈانس کرتا ہے یا میوزک کی محفلیں سجاتا ہے، شادی کے نام پر اپنی بہن بیٹیوں کو لوگوں کے سامنے نچاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا چاہیے۔

نبی کی نعت سنیں:

اگر آپ کو کچھ سننے کا شوق ہے تو اسلام تو آپ کو آسانی فراہم کر رہا ہے آپ حمد باری تعالی سن سکتے ہیں جس سے آپ کا دل نور توحید سے جگمگا اٹھے گا۔اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے اوصاف نعت کی شکل میں آپ سماعت فرمائیں جس سے آپ کے دل کو سکون میسر ہو گا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اضافہ ہو گا مگر یاد رہے کہ حمد و نعت و منقبت سننا وہی جائز ہے جس میں میوزک نہ ہو جس میں کوئی آلات موسیقی ڈھول باجے نہ ہوں۔

گانے سننے والوں کے لئے بعید:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(1) جو آدمی گانا گاناچاہے (اگرچہ میوزک ساتھ نہ ہو) تو اللہ تعالی اس کے دونوں کندھوں پر ایک شیطان بٹھا دیتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن تفسیر قرطبیؒ، سورۃ اللقمان)

بتایئے کتنا منحوس ہے وہ آدمی جس کے کندھے پر شیطان بیٹھا ہو۔

(2) جو شخص کسی گلوکارہ کے پاس بیٹھتا ہے اس سے گانا سنتا ہے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔(بخاری شریف)

(3) اگر انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے دل میں کوئی گانا موجود ہو۔

(مسلم شریف)

مطلب پیپ کی گندگی سے زیادہ گانے کی گندگی ہے۔

(4) جس طرح پانی لگانے سے کھیتی پیدا ہوتی ہے اسی طرح گانا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے۔

(شعیب الایمان)

گانا بجانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس امت میں خسف بھی ہو گا مسخ بھی ہو گا اور قذف بھی ہو گا۔

خسف کا مطلب ہے بستیاں دھنس جائیں گی لوگ رات کو سوئیں گے صبح کو بستیاں مٹ چکی ہوں گی

مسخ کا مطلب ہے چہرے بدل چکے ہوں گے سوئیں گے تو انسان ہوں گے اٹھیں گے تو معاذ اللہ خنزیر یا بندر بن چکے ہوں گے

قذف کا مطلب ہے کہ آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی ہر طرف سے پتھر برسنا شروع ہو جائیں گے لوگ زخمی ہو جائیں گے

ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کب ہو گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب معاشرے میں کنجریاں (طوائف) پیدا ہو جائیں گی اور معاشرے کی بڑی تعداد گلوکارہ عورتوں کی بن جاے گی اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔

(ترمزی شریف)

آج یہی حال ہے ہمیں توبہ کرنا چاہیے اللہ تبارک وتعالی سے ابھی پانی سر سے نہیں اترا ہے۔

گانے سے بچنے والوں کے لئے انعام:

جن لوگوں نے اپنے آپ کو ان حرام کاموں سے بچایا ہو گا کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ندا فرمائے گا میرے بندے کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنی جانوں کو اور اپنے کانوں کو اللہ سے اور گانے بجانے سے بچا کے رکھا تھا فرشتے کہیں گے یا اللہ! یہ سامنے موجود ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

ان سب کو کستوری کے باغات میں داخل کر دو۔ان کو خبر دو میں نے ان پر اپنے رضوان کو حلال کر دیا ہے اور اے فرشتوں! ان کو میری تسبیح سناؤ۔

(الجامع الاحکام القرآن تفسیر قرطبیؒ، سورۃ اللقمان)

یہ انعام کس کے لئے ہے اس کے لئے جس نے اپنے کانوں کو آلات موسیقی سے بچایا ہو گا۔ جس نے گانا سننے سے پرہیز کیا ہو گا۔اور ان برے کاموں سے لوگوں کو روکا ہو گا

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔آمین

لادینیت ایک عظیم فتنہ

قمر دین احمد خان رضوی صاحب قبلہ:

الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وما بينهما وعنده علم الساعة وإليه ترجعون و الصلوة و السلام على حبيبه و رسوله و خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين اما بعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [۱]

صدق الله العظيم

اسلام وہ مذہبِ مہذب ہے جسے کسی بھی جہت سے دیکھا جائے تو وہ با کمال نظر آتا ہے - گویا کہ اس کی مثال اس ثمر بار، سبز و شاداب درخت کی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں بوسۂ آسمان لیتی ہیں، اس کی انوکھی رنگت ماہ و مہر کو شرماتی ہے اور اس کے ثمرات سے بحر و بر کی خدائی لطف اندوز ہوتی ہے - کہتے ہیں کہ جس پیڑ پر زیادہ پھل ہوتے ہیں وہی زیادہ پتھروں کا نشانہ بنتا ہے - یہی مثال دینِ اسلام کی ہے کہ جب یہ ایک ننھی سی کوپل ہی تھا تبھی سے اس پر حریفوں نے پتھر برسانا شروع کر دئے تھے تو سوچئے آج جب کہ یہ ہمارے سامنے ایک تناور درخت کی شکل میں موجود ہے تو اس پر کس قدر سنگ باری کی جا رہی ہوگی! اس مقالے میں ہم کوشش کریں گے کہ اپنے برادران ملت کے لئے ایک عظیم فتنہ یعنی لادینیت جو اسلام کے خلاف شر انگیزی کرنے اور قلوب و اذہان کو اس سے متنفر کرنے پر ڈٹا ہوا ہے اس کا صحیح خد و خال اجاگر کریں تاکہ ہم اس سے بچ سکیں و سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کر سکیں - **أقول وبالله التوفيق**

مختصر تاریخ لادینیت

لادینیت کے اولین نقوش کو چھٹی صدی قبل مسیح (6 BCE) تک کھینچا جا سکتا ہے جہاں ہندوستان میں جب جین، بدھ، دیگر ہندو مذہب کی شاخوں کی اور چین میں تاؤ افکار کی بنیاد رکھی گئی - یہ لوگ کسی طرح کے نظریۂ الٰہ کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی کسی طرح کے مذہبی رسم و رواج کا ان میں چلن تھا - اسی طرح یورپ و افریقہ میں بعض قبائل ایسے ملتے ہیں جو کسی طرح کے مذہب کی پیروی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے مردوں کو بغیر کسی رسم کے دفنا دیا کرتے تھے - [۲] یورپی اور اطالوی نشاۃ ثانیہ (European and Italian Renaissance) کے آغاز سے ہی مذہب پر تنقید شروع ہو گئی تھی لیکن لادینیت کو اس سے کچھ خاص فائدہ نہیں تھا یہاں تک کہ قرائن سے پتا چلتا ہے کہ سولھویں صدی عیسوی (16th century AD) میں لفظ (Atheist) یعنی ملحد بطور گالی استعمال ہوتا تھا اور کوئی اپنے آپ کو یہ نہیں کہلوانا چاہتا تھا - [۳] اٹھارویں صدی عیسوی میں ژاں ژاک روسو نے عیسائی نظریۂ الہ کو ہدف تنقید بنایا اسی طرح والٹئر کو بھی عیسائیت کے خلاف لکھنے اور عیسائی نظریہ الہ سے لوگوں کو متنفر کرنے کا مؤید مانا جاتا ہے - ڈیوڈ ھیوم نے اسی اثنا میں چھ جلدوں پر مشتمل برطانیہ کی تاریخ لکھی جس میں اس نے کہیں کسی طرح بھی کسی الہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ مانتا تھا کہ اگر کوئی گوڈ ہے بھی تو وہ برطانوی عروج کے سامنے بے بس اور محض ایک تماشائی ہے - [۴]

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں لادینیت کو کافی فروغ حاصل ہوا چونکہ اس دور میں اکثر مشہور فلاسفرز پیدا ہوئے جنہوں نے مذہب پر شدید تنقیدیں کیں - زیادہ تر اس دور کے فلسفیوں نے مذہب کو عیسائیت کی عینک سے دیکھا اور موجودہ عیسائیت کی خامیوں کو تمام مذاہب کی خامی سمجھا - انیسویں صدی میں شوپن ہاوٗر، فریڈرک نطشے یا نِیتشے، کارل مارکس جیسے فلسفی آئے جن کے فلسفے اور

قلمی کارنامے تو بہت مشہور ہوئے لیکن یہ سب لادین تھے اور اسی لیے انہوں نے لادینیت ہی کو فروغ دیا - مثلاً نِیتشے کا کہنا کہ "خدا مر چکا ہے، ہم نے اسے مار دیا ہے" [۵] یا مارکس کا کہنا "مذہب عوام کی افیون ہے" [٦] یہ تمام مثالیں اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ مذہب کے خلاف باقاعدہ ایک منظم تحریک اس دور میں چلائی گئی جس کے نتائج آج تک نظر آ رہے ہیں -

لادینیت سے متعلق شماریاتی اعداد

دنیا بھر میں اگر دیکھا جائے تو اس وقت دیگر مذاہب سے لوگ روز بروز دور ہوتے جا رہے ہیں - جس کی صاف و واضح وجہ یہ ہے کہ لادینیت کے پیروکاروں کے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دینے میں وہ قاصر رہے - آزاد خیالی اور نئی روشنی کے افکار کو سیاسی طور پر فروغ دیا گیا - اسی کے ساتھ اس نظریے کو بھی خوب خوب عام کیا گیا کہ "دین سیاست سے الگ ہے" جسے یورپ میں کلیسا و حکومت کو الگ کرنے میں استعمال کیا گیا - دیگر ممالک میں سیکولر سٹیٹ قائم کئے گئے اور ایک ملکی مذہب کی سوچ کو ہدم کرنے کی پوری کوشش کی گئی - نتیجہ آپ کے سامنے ہے : امریکہ میں عیسائی آبادی کی تعداد 8.2 فیصد گر گئی یعنی اتنے فیصد لوگ 2007 سے 2014 کے بیچ میں لا دین یا ملحد ہو گئے - [۷] پورے عالم میں لادین یا ملحد آبادی کم از کم 450 سے 500 ملین ہے [۸] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا بھر میں پاپاؤں، ربّیوں، آچاریوں، بدھ منکوں نے کس قدر عیش پسندی سے کام لیا ہے کہ روز بروز ملحدوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ اپنے گھروں میں محو خواب ہیں -

آخر دیگر مذاہب اپنا دفاع کرنے میں ناکام کیوں؟

کسی بھی مذہب کی بنیاد اس کا نظریۂ الہ، پیغمبر کی حیات، اور اس کا نظامِ عمل ہوتا ہے - اگر دیگر مذاہبِ عالم کا جائزہ لیا جائے تو اس کسوٹی پر وہ کھرے نہیں اترتے - عیسائیت کو ہی لے لیں، نظریہ

الہ کا فسانہ فقط اتنا ہے کہ "تین ایک ہیں اور ایک تین ہے" جس کا ملحد قلمکاروں نے خوب مذاق اڑایا ہے کہ نہ تو یہ ریاضی سے ثابت ہوتا ہے اور نہ الجبرا سے - پیغمبر کی حیات کا جائزہ لیں تو عیسائی مذہب میں حضرتِ عیسی علیہ السلام کی کوئی سوانح حیات ان کی زندگی کے ہر گوشے پر روشنی نہیں ڈالتی جس سے کسی نظام کو تشکیل دیا جا سکے - نظام عمل کی بات کریں تو وہ فقط اتنا ہے کہ دنیا بھر کے گناہ کرکے صرف اتوار کو کلیسا میں حاضری لگا دیں آپ کی بخشش ہو جائے گی اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو جائیں ویسے بھی آپ کے مسیحا نے قربانی دے کر آپ کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے - معاذ اللہ - دوسری سمت دیکھیں تو ایک مذہب ہے جہاں بت پرستی عام ہے - اسے اتنے اوہام و خرافات سے ڈھانپ دیا گیا ہے کہ اصل خد و خال معلوم کرنا مشکل، وہیں یہی مذہب معاشرے کو طبقات میں منقسم کرتا ہے اور کسی کو اونچا کسی کو نیچا بتاتا ہے - اس بات کو لیکر بھی ملحدوں نے خوب کھلّی اڑائی - اصنام تو اصنام، آگ پانی، جانوروں، بلکہ آدمیوں کے آلہ تناسل کی بھی پرستش ہو رہی ہے! یہ سب ملحدوں کے حوصلے بلند کرتا ہے اور یہ دکھا کر وہ آرام سے کہتے ہیں کہ "مذہب تو بیوقوفوں کا شغل ہے" - کہیں رہبانیت کا یہ مطلب ہے کہ گھر بار چھوڑ دو، اپنی ذمہ داریاں ترک کر دو اور جنگلوں میں نکل جاؤ - جہاں عورت کو محض ایک عیش و عشرت کے سامان کا درجہ دیا گیا ہے جسے ترک کرنا راہب بننے کے لیے ضروری ہے - جہاں یہ تصور دیا گیا کہ اگر خدا کو پانا چاہتے ہو تو عورتوں سے دور رہو، شادی کو شجرِ ممنوعہ سمجھو -

اسلام کی انفرادیت اور الحاد کا خاتمہ

کتنا ہی دنیا میں الحاد و لادینیت کو عام کرنے کی کوشش کی گئی، کتنی ہی منظم تحریکیں چلائی گئیں - مگر کیا خوب ایک شاعر نے کہا ہے،

لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

دنیا میں واحد ایک ایسا مذہب اسلام ہے جس نے نہ صرف یہ کہ الحاد سے ٹکر لی بلکہ اس کے اٹھائے تمام شکوک و شبہات کا بہترین اور تشفی بخش جواب بھی دیا ہے - اسلام وہ مذہب ہے جو اوہام و خرافات سے پاک ہے، جہاں مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی پرستش کی جاتی ہے - اس کا نظریۂ الہ محفوظ بھی ہے معقول بھی ہے اور ناقابلِ تردید بھی ہے - عقل بھی اس نظریۂ توحید کو قبول کرتی ہے - کہ ہمارا خدا ایک ہے، [۹] اور وہ مخلوق کے جیسا نہیں ہے، اور نہ کوئی شے اس کے جیسی ہے [۱۰] - وہ عدل و انصاف کرنے والا ہے [۱۱] سب پر غالب ہے [۱۲] سب کا پالنے والا ہے [۱۳] - وہ رحمان و رحیم بھی ہے [۱۴] اور قہار و جبار بھی [۱۵] - اور اس کے سوا کوئی اس لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے - [۱۶] اگر پیغمبر کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ان کی پیدائش سے لیکر ظاہری وفات تک کی تمام تفصیل کتب احادیث میں درج ہے، سیکڑوں سیرت النبی کی کتابیں موجود ہیں، ان کے شمائل، فضائل، محامد، عادات و اتوار، ان کی گفتار و رفتار، ان کا امن و تلوار، ان کی حیات و کردار، سب کچھ حقائق و معارف کی روشنی میں ہے کوئی ابہام نہیں کوئی اوہام نہیں بلکہ صرف حق کا اجالا - [۱۷] نظام عمل کی اگر بات کریں تو قرآن، حدیث اور انہی کی احکام کی وضاحت کرتا فقہ ہمارے سامنے موجود ہے - قرآن پاک کو اللہ نے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا، احادیث مبارکہ کی اسناد کا فن وجود میں آیا اور محدثین کی کاوشوں سے صحیح حدیثیں ہزار جانچ پھٹک کے بعد ہم تک پہنچیں، اور فقہائے اسلام نے ہمارے لیے ان کی مرادوں کو واضح کر دیا - اس طرح سے یہ دین بغیر کسی بیرونی آمیزش کے ہم تک پہنچا - جب فلسفیوں نے اس پر حملہ کیا تو امام ابو الحسن اشعری و امام ابو منصور ماتریدی رحمھم اللہ جیسے جانباز سامنے آ گئے اور دین کا دفاع کیا پھر جب عقل پرستی کا دور آیا تو امام فخر الدین رازی اور امام حجۃ الاسلام غزالی رحمھم اللہ جیسے اصولی ماہرین نے قلمی جہاد کیا - اسی طرح آج تک ہمارے علما و فضلا نے الحاد و لادینیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور اسے

شکستِ فاش دی ہے - اور یہ دین ہمیشہ غالب کیوں نہ رہے، یہ تو آیا ہی قیامت تک کے لیے ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود خالقِ کون و مکاں نے اٹھا رکھا ہے -

نتیجہ کلام

الحاصل یہ کہ تمام آثار و قرائن، حقائق و معارف کی روشنی میں تحقیق یہ بتاتی ہے کہ دنیا میں اگرچہ الحاد و لادینیت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اسے سیاسی حمایت بھی ملی ہوئی ہے مگر تمام عالم میں مذہبِ اسلام ہی اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت و جرت رکھتا ہے اور ہمیشہ یہی غالب اور اس کے پیروکار ہی کامیاب و کامران رہیں گے - اسی پر اپنی گفتگو ختم کرنا چاہوں گا، اللہ ہم سب کو اسلام پر سختی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے -

آمین یارب العالمین بجاہ النبي الأمین علیہ افضل الصلاۃ و أکرم التسلیم

ایک ادنیٰ امتی

فردین احمد خان رضوی

پیلی بھیت شریف ،یو پی، انڈیا

مصادر و مراجع

۱. القرآن - سورۃ نمبر 3 آل عمران آیت نمبر 19

۲.Online version: Durant, Will, 1885-1981. Story of civilization. New York, Simon and Schuster, 1935- (OCoLC)558433968

۳.Hecht, Jennifer Michael (2004). Doubt: A History. HarperOne. pp. 325, ISBN 0-06-009795-7

۴.Geoffrey Blainey; A Short History of Christianity; Viking; 2011; pp.390–391

۵. Karl, Marx (February 1844). "A Contribution to the Critique of Hegel's Philosophy of Right". Deutsch-Französische Jahrbücher. Retrieved 24 July 2009.

۶.MLANietzsche, Friedrich Wilhelm, 1844-1900. The Gay Science; with a Prelude in Rhymes and an Appendix of Songs. New York :Vintage Books, 1974.

۷.BBC News | The decline of religion in the West - https://www.bbc.com/news/world-33256561

۸.Keysar, Ariela; Navarro-Rivera, Juhem (2017). "36. A World of Atheism: Global Demographics". In Bullivant, Stephen; Ruse, Michael (eds.). The Oxford Handbook of Atheism. Oxford University Press. ISBN 978-0199644650

۹. قرآن (۱۱۲: ۱) ۱۰. قرآن (۴۲:۱۱) ۱۱. قرآن (۶:۱۱۵) ۱۲. قرآن (۴:۱۲۶) ۱۳. قرآن (۱:۱)

۱۴. قرآن (۱:۲) ۱۵. قرآن (۱۲:۳۹، ۵۹:۲۳) ۱۶. قرآن (۲:۲۲۵)

۱۷. صحيح البخاري، شمائل للإمام الترمذي، تاريخ المدينة المنورة و غیرھم

علما کو برامت کھو!

: خلیفہ حضور تاج الشریعہ **غلام مصطفیٰ نعیمی** صاحب قبلہ

مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

: علماے کرام کی عزت و عظمت محتاج بیان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ ہَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ

﴿سورہ زمر: ۹﴾

"تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے انسانوں کو دو درجوں میں تقسیم فرمایا ہے

(1) صاحب علم یعنی جاننے والے

(2) علم سے محروم یعنی نہ جاننے والے

درجہ بندی کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ دونوں میں کوئی برابری نہیں ہے دونوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی فرق کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نہ جاننے والوں کو علما سے رہنمائی لینے کا حکم دیا:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿سورہ نحل:43﴾

"تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے بیماریٔ جہل کی شفا علما سے دریافت کرنا ہے لہذا علما سے دریافت کرو وہ تمہیں بتا دیں گے۔

یعنی علم نہ ہونا ایک قسم کی بیماری ہے اور اس کے معالج وڈاکٹر، علمائے کرام ہیں اس لیے غیر عالموں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیماری کا علاج کرانے علما کی بارگاہوں میں حاضر ہوں اور ان سے علم کی باتیں سیکھ کر اپنی بیماری کو دور کریں۔

دوسرے مقام پر انسانوں کے مابین اہل علم کی فضیلت وخصوصیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿سورہ فاطر:۲۸﴾

"اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے"۔

حضرت صدرالافاضل فرماتے ہیں:

[علما] اس کے صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالی کا خوف اس [عالم] کو ہے جو اللہ تعالی کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلَائِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

"اللہ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے ساتھ فرشتوں اور اہل علم کا ذکر فرمایا ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم کی فضیلت اور علما کی عظمت کا ذکر ہے۔ اگر علماء سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو اس کا نام بھی فرشتوں کے ساتھ لیا جاتا۔

اسی طرح سورہ طٰہ میں نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (سورہ طٰہ:114)

"اور عرض کرو کہ اے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے۔"

یعنی علم اتنی اہمیت والی چیز ہے کہ جس میں اضافہ کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ اگر اس سے زیادہ اہمیت والی کوئی چیز ہوتی تو اس کے مانگنے کا حکم بھی دیا جاتا۔ (قرطبّی)

عام طور پر لوگ علم اور مال کا تقابل کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مال کو "قلیل" یعنی معمولی سی چیز قرار دیا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (سورہ نسا:77)

"تم فرماؤ کہ دنیا کا ساز و سامان بہت تھوڑا ہے اور اچھی آخرت پرہیز گاروں کے لیے ہے۔"

ایک طرف دنیوی مال و متاع کو معمولی اور حقیر قرار دیا گیا تو علم کو باعث بزرگی قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں میں اہل علم کو ممتاز بنایا، انہیں عزت و بزرگی سے نوازا، انہیں تمام انسانوں کا مقتدا اور رہبر بنایا اس لیے انبیاے کرام نے اپنی امتوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انہیں علما کو وراثت انبیا کا مقام و مرتبہ بھی حاصل ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

رواه أبو الدرداء رضي الله عنه عن رسول الله أنّه قال: (من سلك طريقًا يطلبُ فيه علمًا، سلك اللهُ به طريقًا من طُرُقِ الجنّةِ، وإنّ المَلائكةَ لَتضعُ أجنحتَها لطالبِ العلمِ رضًا بما يصنع، وإنّ العالمَ ليَستغفرُ له مَن في السمواتِ، ومن في الأرضِ، والحيتانُ في جوفِ الماءِ، وإنّ فضلَ العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ، وإنّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ، وإنّ الأنبياءَ، لم يُوَرِّثوا دينارًا، ولا درهمًا، إنما وَرّثوا العلمَ، فمن أخذه أخذ بحظٍّ وافرٍ).

[ابو داؤد شریف، کتاب العلم]

"حضرت ابو دردا فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جو علم دین کیلئے نکلتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ بے شک فرشتے طالب دین کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے اور ارض و سماء

کی ساری مخلوق حتی کہ سمندروں کی مچھلیاں گہرے پانیوں میں ان کیلئے استغفار کرتی ہیں۔عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی سارے ستاروں پر۔علما انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ یادرکھو کہ انبیا کا ورثہ درہم ودینار نہیں ہوتا بلکہ علم دین ہوتا ہے جو جتنا زیادہ حاصل کرے گا اتنی ہی فضیلت حاصل کرسکے گا"۔

اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے اہل علم کی کئی شانیں بیان فرمائی ہیں:

(1)علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں۔

(2)علمائے کرام عبادت گزاروں پر اعلی درجے کی فضیلت رکھتے ہیں۔

(3)علم کی کثرت سے بزرگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(4)اہل علم کے لیے ساری کائنات دعا کرتی ہے۔

انبیاے کرام کا وارث ہونا اتنی بڑی فضیلت ہے جس کے بعد کسی اور فضیلت کی ضرورت ہی نہیں ہے اسی لیے ہر دور میں علماے کرام کو نمایاں مقام حاصل رہاہے۔

علما کی ضرورت کیوں؟

بعض دنیاپرست علما کی فضیلت و بزرگی اور ان کی اہمیت پر یہ اعتراض کرتے ہیں:

"اسلام میں مُلّائیت نہیں ہے"

ایسے آزاد خیالوں کے مطابق اسلام اتنا سادہ اور آسان دین ہے کہ اسے سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے کسی مولوی کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے۔

اس اعتراض میں آزاد خیال کئی معاملوں کو خلط ملط کرکے بات کو الجھادیتے ہیں اور کٹ حجتی کرکے بحث ومباحثہ کرتے ہیں، آیئے آسان انداز میں اس اعتراض کا جواب سمجھتے ہیں۔

دین آسان اور قابل فہم ہے۔دین کی بنیادی باتیں ہر انسان کے لیے بے حد آسان ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ مکمل دین کو سمجھنا ہر کس و ناکس کے لیے آسان ہے۔اگر دین کی جملہ باتوں کو خود سے سمجھنا اس قدر آسان ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر گز علم والوں سے رہنمائی حاصل کرنے کا حکم نہیں دیتا، نہ اہل علم کو عوام پر بزرگی کا بیان کیا جاتا۔

اس بات کو اس طرح سمجھ لیں کہ کسی بھی مدرسہ و اسکول کا سادہ اصول یہ ہے کہ طالب علم کتابیں لیکر جائے اور پڑھائی کرے۔

اتنی سی بات کو ایک عام طالب علم بھی خوب جانتا ہے کہ کتابیں لیکر جانا اور پڑھائی کرنا مدرسہ و اسکول کا بنیادی مقصد ہے۔اس بات کو سمجھنے کے لیے کسی ماہر تعلیم یا پروفیسر کی ضرورت نہیں ہے لیکن مدرسے و اسکول میں پہنچ کر ہی مدرسے کے قیام کا مقصد پورا نہیں ہو جاتا بلکہ مقصد تب پورا ہو گا جب طالب علم کتابوں کو اچھی طرح پڑھے اور علم حاصل کرے۔ لیکن یہ مرحلہ بغیر استاذ کی رہنمائی کے کسی قیمت حاصل نہیں ہو سکتا، کتاب پاس ہونے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ خود سے کتاب سمجھ سکتے ہیں؟

آپ کتاب کو اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب استاذ رہنمائی کرے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم ذہین ہوتا ہے اور جلدی سمجھ جاتا ہے تو بعض طلبہ کمزور ذہن کے ہوتے ہیں، انہیں استاذ کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تب کہیں جا کر طالب علم کتابوں کو سمجھ پاتا ہے۔ٹھیک اسی طرح دین کے بنیادی اصول بڑے سادہ اور آسان ہیں اسے جاننے سمجھنے کے لیے کسی ماہر دین کی ضرورت نہیں ہے لیکن دین کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے عالم دین کی ضرورت لازم ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور حضور ﷺ کو رسول ماننا دین کا بنیادی عقیدہ ہے اسے جاننے کے لیے کسی خاص محنت اور فرد کی ضرورت نہیں ہے لیکن "وحدانیت" (اللہ کو ایک ماننے) کی تفصیل کیا ہے، کن باتوں سے شرک ہو جاتا ہے، وحدانیت کے تحت کتنی باتوں کو جاننا لازم ہے۔رسالت کا مطلب کیا ہے،

کن باتوں سے عقیدہ رسالت میں خرابی آجاتی ہے، یہ وہ باتیں ہیں جنہیں ایک عام شخص خود سے ہر گز نہیں سمجھ سکتا۔ انہیں سمجھنے کے لیے کسی عالم دین کی رہنمائی بے حد ضروری ہے۔

جو لوگ اسلام اور ملائیت کے طعنے دیتے ہیں ان کے ذہنوں میں شاید یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ علما دین کے نام پر اپنی ذاتی رائے دیتے ہیں۔ ایسا خیال یا دماغی خلل کا نتیجہ ہے یا علما سے دوری اور تعصب کا!

صحیح بات یہ ہے کہ علما تعلیمات دینیہ کے ناقل ہوتے ہیں جس طرح ایک استاذ جو بھی پڑھاتا ہے وہ کتاب سے ہی پڑھاتا ہے، مشکل سبق کو آسان کر کے سمجھاتا ہے تا کہ سبق اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اسی طرح علمائے کرام جو بھی بتاتے ہیں قرآن و حدیث سے ہی بتاتے ہیں، جو بات مشکل ہوتی ہے یا عوام کے ذہن میں نہیں آتی، اس کا خلاصہ اور مطلب آسان لفظوں میں بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ اچھی طرح دین کا سبق سیکھ جائیں۔ یہ بات ضرور ہے کہ بات دین کی ہوتی لیکن علما اپنے الفاظ اور انداز میں سمجھاتے ہیں تا کہ لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح بات کا مطلب آجائے۔

دنیوی نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے تو ہر انسان ہر کام نہیں کر سکتا، کیوں کہ ہر ایک انسان اپنے ہی فیلڈ اور کام میں ماہر ہوتا ہے، اس لیے دوسرے فن یا فیلڈ کی ضرورت پڑتی ہے تو لوگ اسی فن اور فیلڈ کے ماہر سے رابطہ کر کے ان کے علم و مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہر جگہ اپنا دماغ لڑانے سے بچتے ہیں۔ اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ جس طرح دنیوی کاموں کے لئے الگ الگ ماہرین کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح علما کا قوم کے لئے ہونا ضروری ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ پھر اسلام کی تعلیمات جاننے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ علما کے بغیر اسلام قوانین کا جاننا ممکن نہیں کیوں کہ علما ہی اس فیلڈ کے ماہر ہیں اور ماہرین کے بغیر اپنی رائے پر عمل کرنا سراسر نادانی ہے کیونکہ کوئی پیشہ بغیر اس کے ماہرین کے چل نہیں سکتا۔ یہ اور بات کہ تھوڑی بہت دینی معلومات سب کو ہو جائیں اور اس سے وہ محدود وقت تک کچھ ضرورت پوری کریں مگر اس سے اس مکمل ضرورت پوری نہیں

ہو سکتی۔ کسی چیز کی تکمیل ہمیشہ اس کے ماہرین سے ہوتی ہے تو ماہرین علما کی رہنمائی دینی ضرورت بن جاتی ہے۔

بدلتے وقت میں معاشرہ میں بھی خاصی تبدیلیاں آئی ہیں... اب ڈاکٹر سے لیکر انجینئر اور وکیل تک زیادہ تر ماہرین فن جہاں اپنی کارکردگی کی فیس چارج کرتے ہیں، جسے آسان زبان میں ایڈ بائس فسی کہا جاتا ہے۔ لوگ کوئی بھی کام کرنے سے پیش تر "قیمتِ مشورہ" دیکر اس کام کے ماہر سے مل کر رائے لیتے ہیں!! کسی زمانے میں فنی ماہرین بغرض خدمت اپنے تجربات کی روشنی میں لوگوں کو مشورہ دیا کرتے تھے لیکن آج "بدل خدمت" نہ ہو تو -------------------------------

You can go please

کہہ کر راستہ دکھادیا جاتا ہے.... شاید اسی لئے آج تقریباً ہر میدان میں ایڈوائزر حضرات کی برآمدات ہو رہی ہے اب تو عام لوگ بھی ایڈ بائس فسَ دینے کے عادی ہو گئے ہیں ۔

کم از کم ڈاکٹروں کو تو عام لوگ بھی مشورہ فیس دینے لگے ہیں اور دوائی میڈیکل اسٹور سے خریدتے ہیں لیکن ایڈ بائس فسی کے اس دور عروج میں بھی ایسے ماہرین پائے جاتے ہیں جو اپنے مشوروں کی فیس لینا تو کجا ماتھے پر شکن بھی نہیں لاتے... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس تجارتی دور میں ایسا کون ماہر فن ہے؟ جو لوگوں کے مسائل سن کر اچھی رائے دیتا ہے، آخر وہ ماہر فن کہاں رہتے ہیں؟

مسجد و مدرسے میں!!

جی آپ نے بالکل ٹھیک سنا... وہ ماہرین فن مساجد و مدارس میں ہی رہتے ہیں جو تجارتی دور میں بھی خلوص و وفا کا پیکر بن کر خدمت قوم انجام دیتے ہیں.... یہ وہ ماہرین فن ہیں جو جہاں ہوتے ہیں وہاں اپنے فن کا فیضان لٹاتے ہیں... کسی کو کاروباری مسائل کی شرعی باریکیوں سے آگاہ کرتے ہیں... کہیں نکاح و طلاق کے پر پیچ مسائل کو سلجھاتے ہیں... کسی بستی میں وراثت کی الجھی ہوئی ڈور کو سلجھاتے ہیں... لیکن بدل خدمت کے طور پر کسی چیز کے طالب نہیں ہوتے!!

علماکی قدر کرو:

جو لوگ علمی وراثت کے امین ہیں اور قوم کی علمی ضرورت کو پورا کرنے میں روز وشب مصروف عمل ہیں ان کی ناقدری کرنااور انہیں برا کہنا کس قدر افسوس ناک ہے۔اسے علم دین کی محبت ہی کہا جائے گا کہ وہ دنیا کی رنگینیاں دیکھ کر بھی دنیا کی طرف نہیں دوڑتے بلکہ دینی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

آج لوگوں کا معیار زندگی بہت زیادہ ہائی فائی ہو گیا ہے مگر یہ علماہی کی جماعت ہے کہ نہایت معمولی اسباب کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے لوگوں کی دینی ضروریات کے لیے موجود رہتے ہیں۔ صبح سے شام تک اور شام سے اگلی صبح تک علما کی روزمرہ کی زندگی عوامی ضروریات کی تکمیل میں گزرتی ہے۔وہ لوگوں کی اعلی طرز زندگی کو خوب دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی وہ دینی کاموں میں رہتے ہیں اور دنیاداری سے خود کو بچاتے ہیں۔ناقدری علماسے بچنا چاہیے اگر علماعوامی طعنوں سے تنگ آکر دنیوی کاموں میں لگ گئے تو دینی ضرورتیں کون پوری کرے گا؟

جن علاقوں میں علما کی کمی ہے یا بالکل نہیں ہیں وہاں کے مسلمانوں کی دینی حالت دیکھی جائے تو افسوس ہوتا ہے نام سے لیکر نکاح تک اور بول چال تک میں غیروں کے مذاہب کی چھاپ نظر آتی ہے اس لئے ہمیں علما کے وجود کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور ان کی قدر کر کے دینی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہیے، علما سے محبت دین ودنیا کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔

نماز کی ادائیگی اور نمازیوں کی غلطیاں

مولانا: **طارق انور مصباحی** صاحب قبلہ

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

کبھی بے توجہی کے سبب اور کبھی لاعلمی کے سبب نماز میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ بعض غلطیوں کے سبب نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعض غلطیوں کے سبب نماز مکروہ تحریمی اور بعض غلطیوں کی وجہ سے نماز مکروہ تنزیہی ہو جاتی ہے۔

(1) آج کل تصویروں کا رواج عام ہوتا جارہا ہے۔ لوگ اپنے گھروں کو مختلف قسم کی تصویروں سے سجاتے ہیں۔ کپڑوں میں بھی تصاویر بنی ہوتی ہیں۔ بے جان کی تصویر جائز ہے، اور جان دار کی تصویر ناجائز ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تصویر سے متعلق تحریر فرمایا: جس کپڑے پر جان دار کی تصویر ہو، اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یوں ہی مصلی کے سر پر یعنی چھت میں ہو، یا معلق ہو، یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو، تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔ یوں ہی مصلی کے آگے، یا داہنے، یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(بہار شریعت جلد ۳ ص ۶۲۷۔ مجلس المدینۃ العلمیہ)

(2) کبھی لوگ گرجاگھروں اور مندروں میں بھی نماز پڑھتے ہیں۔ چوں کہ غیر اللہ کی عبادت جہاں ہوتی ہے، وہاں شیطان کا اڈہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ایسے مقامات میں نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کہ جگہ ہیں، اور ظاہر کراہت تحریم (بحر)، بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے۔

(بہار شریعت جلد ۳ ص ۶۲۷۔ مجلس المدینۃ العلمیہ)

(3) رکوع میں شامل ہونے سے قبل تکبیر تحریمہ کہنا ہے، اس کے بعد تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا ہے۔ عجلت پسندی اچھی چیز نہیں۔ اگر رکوع نہ مل سکے تو ایک رکعت پڑھ لینا کچھ مشکل نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو گیا، پھر صف میں داخل ہوا۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

(بہار شریعت جلد ۳ ص ۶۳۰۔ مجلس المدینۃ العلمیہ)

(4) اگر اچھے کپڑے موجود ہوں تو کام کاج کے کپڑے پہن کر نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔ جب ہم کسی دوست کی ملاقات کو جاتے ہیں تو عمدہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں تو دربار الٰہی میں حاضری کے وقت بھی خوش لباسی کا لحاظ ہونا چاہئے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: کام کاج کے کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جب کہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں، ورنہ کراہت نہیں۔

(بہار شریعت جلد ۳ ص ۶۳۰۔ مجلس المدینۃ العلمیہ)

(5) نماز میں لباس بھی درست رکھنا چاہئے۔ آج کل شرٹ کو پینٹ کے اندر (ان) کر دیا جاتا ہے۔ نماز کے وقت شرٹ کو باہر نکالنے کا حکم ہے۔ اسی طرح آستین یا پینٹ کو موڑنا بھی منع ہے۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے رقم فرمایا: الٹا کپڑا پہن کر یااوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے،اور ظاہر تحریم۔یوہیں انگرکھے کے بند نہ باندھنااور اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا،اگراس کے نیچے کرتا وغیرہ نہیں اور سینہ کھلا رہاتو ظاہر کراہت تحریم ہے،اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی۔

(بہار شریعت جلد ۳ص ۶۳۶۔ مجلس المدینۃ العلمیہ)

(6) نماز میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے،اوراذکار نماز پڑھے جاتے ہیں۔ان تمام میں حروف کی ادائیگی صحیح طور پر ہونی چاہئے،ورنہ بعض صورتوں میں نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔اسی طرح حروف کی صفات پر توجہ دینی چاہئے۔مکتب میں قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کے وقت ان سب امور پر توجہ دینی چاہئے۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''تکبیرات انتقال میں''اللہ''یا''اکبر''کے الف کو دراز کیا:''آللہ'' یا''آکبر'' کہا،یا بے کے بعد الف بڑھایا،اکبار کہا،نماز فاسد ہو جائے گی،اور تحریمہ میں ایسا ہوا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔(درمختار وغیرہ)قرأت یااذکار نماز میں ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہو جائیں،نماز کو فاسد کر دیتی ہے۔

(بہار شریعت جلد ۳ص ۴۱۶۔ مجلس المدینۃ العلمیہ، تجوید وقرأت کی غلطیاں)

نماز ہر دن پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔نماز میں آیات قرآنیہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔اگر قرآن نہ پڑھا ہو،یا آیات زبانی یاد نہ ہوں تو نماز میں کیا پڑھے گا؟اگر آیات وسورتیں یاد ہیں،لیکن حروف کے مخارج اور صفات سے ناواقف ہے،تو یہ بھی ایک بڑا معاملہ ہے۔اگر حرف کی ادائیگی میں فساد کے سبب معنی فاسد ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔حروف کی صفات کی ادائیگی کا بھی خیال رہے۔فقہی مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ: ط ت، س ث ص، ذ ز ظ، ا ء ع، ہ ح، ض ظ د، ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں، ورنہ معنٰی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہو گی، اور بعض تو س ش، ز ج، ق ک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۵۵۷: مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا اگر اس وجہ سے ہے کہ اس کی زبان سے وہ حرف ادا نہیں ہوتا تو مجبور ہے، اس پر کوشش کرنا ضروری ہے۔ اگر لاپرواہی سے ہے جیسے آج کل کے اکثر حفاظ و علما کہ ادا کرنے پر قادر ہیں، مگر بے خیالی میں تبدیل حرف کر دیتے ہیں تو اگر معنٰی فاسد ہوں، نماز نہ ہوئی۔ اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھی ہوں، ان کی قضا لازم۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۵۵۷: مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے، اس پر واجب ہے کہ تصحیح حروف میں رات دن پوری کوشش کرے، اور اگر صحیح خواں کی اقتدا کر سکتا ہو تو جہاں تک ممکن ہو، اس کی اقتدا کرے، یا وہ آیتیں پڑھے جس کے حروف صحیح ادا کر سکتا ہو، اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی، اور اپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کر سکتا ہے، یعنی اس کی کہ وہ بھی اسی حرف کو صحیح نہ پڑھتا ہو، جس کو یہ، اور اگر اس سے جو حرف ادا نہیں ہوتا، دوسرا اس کو ادا کر لیتا ہے، مگر کوئی دوسرا حرف اس سے ادا نہیں ہوتا تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کر سکتا، اور اگر کوشش بھی نہیں کرتا تو اس کی خود بھی نہیں ہوتی، دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہو گی۔ آج کل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے، ان کی نمازیں خود باطل ہیں، امامت در کنار۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۵۷۰، ۵۷۱: مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: جس نے سبحان ربی العظیم میں عظیم کو عزیم، ظ کے بجائے ز پڑھ دیا تو نماز جاتی رہی، لہٰذا جس سے عظیم صحیح ادا نہ ہو، وہ سبحان ربی الکریم پڑھے۔

(قانون شریعت جلد اول ص ۱۰۰: شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

مسئلہ: امی پر واجب ہے کہ رات دن کوشش کرے، یہاں تک کہ بقدر فرض قرآن مجید یاد کرلے، ورنہ عنداللہ تعالیٰ معذور نہیں۔

(عالمگیری)، (بہار شریعت حصہ سوم ص ۵۷۰: مکتبۃ المدینہ کراچی)

(1) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے تحریر فرمایا: حروف کو ان کی صفات شدت و جہر و امثالہما کے پورے حقوق دیئے جائیں۔ اظہار و اخفا و تفخیم و ترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے۔ یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ و ناپسند، اور اس کا اہتمام فرائض و واجبات میں تراویح سے زیادہ، اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۰۳: رضا اکیڈمی ممبئ)

(2) واجب و اجماعی مد متصل ہے۔ منفصل کا ترک جائز، ولہٰذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو، جیسے ضالین، الم" وہاں بھی مد بالاجماع واجب، اور جس کے بعد سکون عارض ہو، جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قال اللہم بحالت ادغام، وہاں مد و قصر دونوں جائز۔ اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے۔ اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۰۳: رضا اکیڈمی ممبئ)

(3) بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو،اور غلط خوانی سے بچے،فرض عین ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۱۳۰: رضا اکیڈمی)

جنازہ اور دفن سے متعلق بعض امور اور ہماری اسلامی ذمہ داریاں

مولانا: غلام مصطفی رضوی صاحب قبلہ

نوری مشن، مالیگاؤں

اسلام کی اکملیت کا یہ پہلو خاص طور پر لایق غور ہے کہ اس میں کوئی ایک گوشۂ حیات ایسا نہیں جس میں رہ نمائی نہ ہو، بلکہ بعد از حیات بھی ایک ایک پہلو کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ رشتۂ حیات منقطع ہو جانے کے بعد بھی حقوق متعین ہیں، جن کی پاس داری کی تعلیم میت کے اقارب اور متوسلین کی ہے، اس تحریر میں ہم جنازہ سے متعلق بعض احتیاطیں اور ہماری ذمہ داریاں بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔

جلدی کا حکم: جنازہ جب قبرستان لے جانے کے لیے تیار ہو جائے تو دیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جلد از جلد قبرستان لے جانا چاہیے، دفنانے میں جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چناں چہ بخاری شریف میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ (مومن کی وفات، ص145)

جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ: جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ۴ شخص جنازہ اس طرح اٹھائیں کہ ہر شخص ایک پایہ لے، اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا یعنی ایک نے سرہانے کے دونوں پائے اور دوسرے نے پائنتی کے دونوں پائے اٹھائے تو اس طرح بلا ضرورت اٹھانا مکروہ ہے، اور اگر ضرورت یا مجبوری ہے تو حرج نہیں، مثلاً جگہ تنگ ہے کہ ۴ آدمی نہیں اٹھا سکتے تو ضرورت کی بنا پر ۲ آدمی اٹھا سکتے ہیں۔

(نفس مصدر، فتاویٰ عالم گیری، بہار شریعت)

کندھا دینا: کندھا دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چاروں پایوں کو کندھا دے، پہلے سرہانے کی طرف کے داہنے پائے کو کندھا دے، پھر پائنتی کی طرف کے داہنے پائے کو، پھر سرہانے کی طرف کے بائیں پائے کو، پھر پائنتی کی طرف بائیں پائے کو کندھا دے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: جو جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ: جو جنازہ کے چار پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی یعنی کامل مغفرت فرمادے گا، (نفس مصدر، ص142)

جنازہ لے چلنے کے آداب: (۱) جنازہ لے چلنے میں چارپائی یعنی جنازہ کے پائے کو ہاتھ سے پکڑ کر کندھے پر رکھنا چاہیے، مال یا سامان کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، اس سے جنازے کے اکرام کا انداز اہوتا ہے، کہ مسلمان کی میت احترام کی مستحق ہے۔(۲) چھوٹا بچہ جس کو بہ آسانی گود میں اٹھایا جا سکے ایسے جنازے کو ایک شخص دونوں ہاتھوں میں اٹھا چلے اور یکے بعد دیگرے میت کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔(نفس مصدر، ص۱۴۷) (۳) فتاویٰ عالم گیری میں ہے: جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہونا چاہیے،(۴) جنازہ معتدل تیزی سے لے چلیں، اتنا تیز نہیں چلنا چاہیے کہ میت کو جھٹکا لگے،(۵) ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کم تر چال ہو۔(نفس مصدر، ص۱۴۹) (۶) جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو بہتر ہے کہ پیچھے چلیں، کسی وجہ سے آگے چلیں تو اتنا دور ہو کر چلیں کہ ساتھیوں میں شمار نہ ہوں،(۷) اگر سواری پر ہوں تو سواری کو جنازہ سے پیچھے رکھیں، سواری پر سوار جنازے کے آگے چلنا منع ہے۔(۸) ترمذی شریف کی حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے، تابع نہیں۔ جو آگے چلے جنازہ کے ساتھ نہیں،(نفس مصدر، ص۱۵۰)

(۹) جنازے کے ساتھ عورتوں کا جانا فتنہ ہے اور میت کے لیے باعث تکلیف۔(۱۰) عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے،اس بابت روایت بھی پیش کی جاتی ہے لیکن یہ منسوخ کے حکم میں ہے، مرأۃ المناجیح شرح مشکٰوۃ کے حوالے سے مولانا عبدالستار ہمدانی لکھتے ہیں: اولاً میت کے لیے کھڑا ہو جانے کا حکم تھا یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ چلنے والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا۔(نفس مصدر، ص۱۵۶) لہٰذا کھڑا ہونے سے احتراز چاہیے،(۱۱) جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے، دنیا کی باتیں نہ کریں، نہ ہنسیں، ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے بہ لحاظ زمانہ علمانے ذکرِ جہر کی اجازت دی ہے،اسی لیے کلمہ یا بارگاہ رسالت میں نعت و درود کی نذر پیش کی جاتی ہے،(۱۲) اللہ کا ارشاد ہے: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔(آل عمران:۱۹۱) ایک اور جگہ ارشاد ہے: اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ،(سورۂ جمعہ:۱۰) اس رو سے اللہ کا ذکر ہر حال میں مستحسن ہے، تو جنازہ کے ساتھ ذکر، کلمہ یا دعا و نعت سے مقصود اللہ کا ذکر ہے۔رہی بات خاموش رہنے کی تو وہ اللہ کی یاد، حشر، موت سے متعلق غور و فکر کے لیے تھی،اور زمانہ ایسا بدلا کہ لوگ خاموش رہ کر بجائے آخرت کی فکر کہ دنیا میں غور کرنے لگے تو حکمت کے تحت اسلاف نے زبان سے کم آواز سے ذکر کی اجازت دی۔(۱۳) جنازہ کے ساتھ نعت شریف بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے، (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص158)

بعض باتیں: (۱) شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور کاندھا دے سکتا ہے عوام میں غلط مشہور ہے کہ شوہر کاندھا نہیں دے سکتا، ہاں اپنی مردہ بیوی کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔(۲) جنازہ پر پھول ڈال سکتے ہیں، پھول تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اس غرض سے ڈالیں تو حرج نہیں۔(۳) عالم گیری میں ہے کہ: اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی نیک شخص کا ہے تو اس جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے،(۴) جو شخص جنازے میں شریک ہوا سے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہیے،اور نماز کے بعد دفن سے پہلے اولیائے میت یعنی میت کے قریبی رشتہ دار سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے

اور دفن کے بعد اس اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔(مومن کی وفات، ص ۱۷۰) (۵) عالم گیری میں ہے:
جنازہ جب تک زمین پر نہ رکھا جائے شامل ہونے والوں کو بیٹھنا مکروہ ہے، اور جنازہ زمین پر رکھ دینے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہیں رہنا چاہیے، (٦) اسی میں ہے کہ: جنازہ اس طرح رکھیں کہ میت کا سر یا پاؤں قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ اس طرح آڑا رکھیں کہ میت کی داہنی کروٹ قبلہ کی طرف ہو۔
(نفس مصدر)

نماز جنازہ: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، یعنی اگر ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا اور اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو جس جس شخص کو انتقال کی خبر پہنچی تھی اور انھوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی وہ سب گنہ گار ہوئے، (نفس مصدر، ص173)

ایک خرابی یہ دیکھی جارہی ہے کہ لوگ میت کے ساتھ جاتے ضرور ہیں، بعض لوگ نماز نہیں پڑھتے، قبرستان میں بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نماز سے جی چراتے ہیں، یہ غلط ہے میت میں شرکت کی اور نماز نہیں پڑھی، بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ ہمارا غسل نہیں، یا وضو نہیں، پہلی بات تو یہ کہ مسلمان اور ناپاک ہو؟ بے غسل کے رہنا یہ اسلامی فطرت کے خلاف ہے، طہارت فوراً حاصل کرنا چاہیے، اور بے وضو ہوں تو وضو بنا کر نماز جنازہ ضرور ادا کرنی چاہیے۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث شریف میں ہے: جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے ان کی شفاعت اس (میت) کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ (نفس مصدر، ص ۱۷۵)

نماز جنازہ میں آخری صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے، حدیث شریف میں ہے:
جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ (الجامع للترمذی)

توجہ طلب امور: نماز جنازہ میں آخری یعنی چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ چھوڑ دے پھر سلام پھیرے۔

بعض کاخیال ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھنا چاہیے یہ خیال غلط ہے۔ ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔ جس نے خودکشی کی ہے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ایصال ثواب بھی کیا جائے گا۔ مرتد جس کے عقائد حد کفر تک پہنچ چکے ہوں اور گستاخ رسول کی نماز جنازہ پڑھنا حرام، ارشاد الٰہی ہے: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے رہنا، بے شک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق میں ہی مر گئے۔ (سورۂ توبہ: ۸۴)

مسلمان کی قبر کی تعظیم: آج کل مسلم قبرستانوں کی بے حرمتی عام ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مقابر مسلمین سے متعلق سوالات ہوئے تو ارشاد فرمایا: قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے، اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا بیٹھنا سب منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/۱۰۷) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس میں چلنا حرام ہے، اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد قبریں ہو گئی ہوں اور اسے ان کی قبور تک، اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا نا ممکن ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۱۰۷) قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام، اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت (کھیتی) وغیرہ کرنا حرام۔ (عرفان شریعت، 2/2)

اللہ تعالیٰ میت کے اکرام، حقوق کی ادائیگی اور فکرِ آخرت کی توفیق دے۔ ہمیں اپنے مرحومین کے لیے اعمالِ صالحہ کا ذوق بخشے۔ آمین

اسلام میں عورت کے حقوق

:مولانا **جاوید رضا** مرکزی صاحب قبلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشکیل سماج میں جس قدر مرد کا حصہ ہے اتنا ہی عورت کا بھی ہے اللہ نے جو فرائض عورت کے ساتھ متعلق کئے ہے تو ضروری تھا عورت ان صفات کی حامل ہو جو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مددگار ہوں ۔آپ دیکھیں عورت میں شرم وحیا زیور کا کام کرتی ہے اس کی ممتا بچوں کے لئے بیش قیمتی سرمایہ ہے جس کا کوئی بدل نہیں لطیف و نازک ہونا اس کو مرکز محبت بناتا ہے تو جہاں وہ مرکز محبت ہے شرم وحیا کا پیکر ہے ممتا کا ایک بے بہا سرمایہ ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ بدن کے اعتبار سے مردوں کے مقابلے میں کمزور بھی ہے

تو جہاں وہ محبت کا مرکز بنی ٹھیک اسی طرح اس کا استحصال شروع ہوا ظلم و زیادتی کی شکار ہوئی گھر والد کا ہو یا سسرال ہر جگہ جبر و تشدد کا نشانہ بنی۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و سلم کی بعثت ہوئی دنیا میں کئی دھرم موجود تھے۔ مگر عورتوں کو صرف اپنی تفریح کا سامان سمجھا جارہا تھا لوگ عورت کو صرف اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ سمجھ رہے تھے اس کے جینے کا حق، آزادئے نکاح کا حق، اپنے مال میں تصرف کی آزادی کا حق، والد کے مال میں حق، بچوں پر عورت کے حقوق، جس کا شوہر مر جائے اس کو دوسری شادی کا حق تمام حقوق کو غصب کر دیا گیا تھا گویا عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔

محسن انسانیت سراپا رحمت نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے عورت کے حقوق کے تحفظ کی بات کی جو لوگوں نے دھرم یا سارج کے نام پر چھین لیے تھے وہ حقوق عورتوں کو دلوائے صرف اس وقت نہیں بلکہ ان کو ایک قانون ایک ضابطہ بنادیا گیا جس سے پژمردہ چہروں پر تازگی آگئی۔ سماج میں جس کی حالت لائق افسوس تھی وہ لائق فخر بن گئی۔

چند باتیں عرض ہیں کہ اسلام نے عورت کو کیا کیا حقوق دیے ہیں

زندہ رہنے کا حق:

زمانہ قدیم میں لوگ اپنی بچیوں کو صرف اس لئے مار دیتے یا زندہ دفن کر دیتے تھے کہ وہ ان کے لئے باعث عار تھیں۔اس بھیانک ظالم سماج میں میرے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بیٹی بچاؤ کی آواز بلند کی اور نہ صرف آواز بلند کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں کر کے بھی بتادیا اور جو بیٹی لوگوں کے لیے عار اور بے عزتی کا سبب تھی وہی لوگوں کے لئے عزت کا سبب بن گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو ماں باپ کے لئے رحمت قرار دیا اور اچھے طریقے سے پرورش کرنے والوں کو جنت کی بشارت بھی دی

لوگوں کے بنائے ہوئے طاغوتی نظام کو پاش پاش کر دیا وہی لوگ جو بچی کی پیدائش پر رنجیدہ ہو جاتے تھے اب خوشیاں منانے لگے یہ سب تعلیم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔

شادی کے موقع پر بالغ بچی کی مرضی کا حق:

آج لوگ آزادی کے نام پر عورتوں کو ورغلہ کر سڑکوں اور بازاروں کی زینت بنا کر اپنی ہوس کی تسکین کا سامان کر رہے ہیں اور کچھ ناواقف خواتین اسلام اس دام فریب میں آکر ان کے دوش بدوش نظر آرہی ہیں۔مگر افسوس ! کاش یہ اسلام کو جانتی تو کبھی اس دام فریب میں آکر اپنی دنیا و آخرت برباد نہ کرتیں اس ظالم سماج نے اس طرح کے قوانین بنا رکھے تھے جس کی وجہ سے عورت اپنی شادی میں ہاں یا نہ کا کوئی اختیار نہیں رکھتی تھی۔آج بھی کچھ سماجوں میں وہ پرانے رواج آپ کو مل جائیں گے کہ وقت شادی عورت کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں مگر قربان جاؤں نظام اسلام پر کہ جب لڑکی بالغ ہو تو عین نکاح کے وقت بھی اس سے لڑکے کی معرفت کرانے کے بعد اجازت طلب کی جاتی ہے اگر لڑکی انکار کر دے تو کوئی دم نہیں رکھتا کہ اس کی شادی کرادے۔

دنیامیں شور کرنے والے لائیں،اسلام کے مقابلے میں کوئی نظام جو بھی لا سکتے ہوں آج جو کورٹ بنائے گئے ہیں وہاں پر مرضی کے مطابق شادی کرائی جاتی ہے اور اس کو ماڈرن کہا جاتا ہے مگر اسلام نے اس دور میں عورت کو اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق عطا کر دیا جب عورت کا سر ہلانا بھی جرم عظیم تھا۔

نوٹ: جس کا شوہر مر جاتا اس کو کچھ جگہ زندہ قتل کر دیا جاتا تھا گھروں میں قید کر دیا جاتا تھا اور زمانے کی منحوسہ وہ قرار دی جاتی گویا شوہر کیا مر گیا سماج اور کچھ دھرم کے ٹھیکے دار یا تو مار دیتے یا زندہ لاش بنا دیتے تھے مگر قربان جاؤ لوگوں میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنکی تعلیم نے عورتوں کو نئی زندگی عطا کر دی اور جس طرح مرد کو شادی کا اختیار ہے ٹھیک اسی طرح عورتوں کو حق ملا۔

مفید مشورہ:

آج عورتوں کی حالت کو بہتر کرنے کے لئے بہت سی تنظیمیں کام کر رہی ہیں مگر حالات بگڑتے ہی جا رہے ہیں اے لوگوں عورت کی عزت، مال، جان ہر چیز کی حفاظت کا بہترین نظام صرف اسلام ہے ۔

عورتوں کی مالی حالت کو بہتر بنانے کا نظام:

دنیامیں لوگوں نے جو بھی نظام قائم کیے اس میں عورتوں کو محروم رکھا گیا پوری طرح سے ان کو شوہروں کے اوپر کر دیا گیا۔ مگر نظام اسلام میں عورت کی جب شادی ہو تو مہر (شوہر کی طرف سے دی جانے والی چیز) جس کی حقدار خالص عورت ہے اور اپنے مال میں تصرف کا پورا حق رکھتی ہے۔

جب والد کا انتقال ہو جائے تو بھائیوں کے ساتھ عورت کو بھی حصہ ملتا ہے جو دنیامیں کسی سماج میں رائج نہیں ہے آج بھی جو لوگ عورت کی آزادی کا نام لے کر سڑکوں پر بے حیائی کے فلک بوس نعرے لگا رہے ہیں ان کے یہاں پر بھی نہیں ۔ نظام اسلام نے عورت کو صاحب ثروت بنا دیا ہے۔

افسوس آج دینی تعلیم سے دور مسلمان ان لوگوں کے ساتھ ناچتا پھر رہا ہے اے کاش یہ مسلمان اسلامی تعلیم کو جانتا۔

کیونکہ یہ ایک مختصر مضمون ہے اس لیے اس میں کل حقوق نسواں کا احاطہ دشوار ہے۔ یہاں صرف تین باتوں کو ذکر کیا گیا ہے جن میں دوسروں کی دیکھادیکھی بین المسلمین بھی موضوع بحث رہتی ہے آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ جو نظام اسلام نے دیاوہ کسی سماج میں میسر نہیں۔ جو حقوق کی حفاظت اسلام نے کی ہے غیروں کو اس کی ہوا تک نہیں لگی۔ اللہ ہم سب کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلائے۔

جوااور گھر کی بربادی

محمد شعیب رضا نظامی فیضی صاحب قبلہ:

استاذ و مفتی: دارالعلوم امام احمد رضا، بندیشر پور، سدھارتھ نگر

وچیف ایڈیٹر: ہماری آواز، گولا بازار گورکھپور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ایک صالح اور نیک سماج و معاشرہ کے لیے جو چیزیں زہر ہلاہل سے کم نہیں ان میں سے ایک قمار بازی یعنی جوا ہے۔ اس کے مذہبی، سماجی، طبّی، مالی نقصانات اس قدر ہیں کہ جنھیں بیان کرنے کے لیے ایک دستاویز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مذہب اسلام نے تو اسے اول وقت میں ہی ناجائز و حرام قرار دیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ‌ؕ قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا‌ؕ

آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے۔

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: جس نے چوسر (جوئے کی ایک قسم) کھیلا، اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں ڈال دیے۔ علاوہ ازیں جوئے کے سبب (جواباز) انسان، اس کے اہل و عیال، اس کا کنبہ، قبیلہ حتی کا پورے معاشرہ کی بربادی متعین ہے۔

جوا ایک ایسی لت ہے جو کسی کو لگ جاتی ہے تو وہ اس میں اپنے ہوش و حواس کھو دیتا ہے، یہ سچ ہے کہ جوا باز ہمیشہ ہارتا نہیں، بلکہ کبھی جیت بھی جاتا ہے، لیکن اس کا دماغ ہمیشہ الجھن و تناؤ کا شکار رہتا ہے کیوں کہ اگر وہ ہار جائے تو اسے اپنے مال جانے کا غم ہوتا ہے اور اگر جیت جائے تو دوبارہ کھیلتے ہوئے اسے ہار جانے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ غرض کہ ہر طرف سے وہ غم و فکر کی اندوہ ناک وادیوں میں موزے کھاتا ہے۔ اور اس کے بعد جب اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹتا ہے اور اسے گھر کی ذمہ داریوں کا احساس کرایا جاتا ہے تو پھر وہ اپنا آپا کھو بیٹھتا ہے۔ اور اس طرح ایک بسا بسایا چمن اجڑنے لگتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ قمار بازی ہیجان انگیزی کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے: تمام علمائے نفسیات کا یہ نظریہ ہے کہ روحانی ہیجانات اور اضطراب بہت سی بیماریوں کا باعث ہیں مثلاً وٹامن کی کمی، زخم معدہ، جنون و دیوانگی، کم و بیش اعصابی و روحانی بیماریاں وغیرہ۔

یہ بیماریاں زیادہ تر ہیجان ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ قمار بازی ہیجان کا سب سے بڑا عامل ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ کا ایک اسکالر کہتا ہے کہ امریکہ میں ہر سال دو ہزار افراد صرف قمار بازی کے ہیجان سے مر جاتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک ایک پوکر اباز کا دل اوسطا ایک منٹ میں سو سے زیادہ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ کبھی کبھی قمار بازی سے دل و دماغ پر سکتہ بھی طاری ہو جاتا ہے۔ قمار بازی یقینی طور پر جلد بڑھاپا لانے کا باعث بنتی ہے۔

علاوہ ازیں علمائے طب کے بہ قول جو شخص قمار بازی میں مشغول ہے اس کا دل تشنج کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اس کے تمام اعضائے جسم سخت حالت سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس کے دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے۔ شوگر کا مواد اس کے خون میں گرتا ہے، داخلی غدودوں میں خلل واقع ہوتا، چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہی اور بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ قمار بازی کے ختم ہوں نے پر جب جوا باز سوتا ہے تو اس کے اندر اعصابی جنگ

جاری ہوتی ہے اور جسم پر بحران کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جواری اکثر اوقات اعصاب کی تسکین اور بدن کے آرام کے لیے شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کا سہارا لیتا ہے اس طرح شراب اور قمار بازی کے نقصانات جمع ہو کر فزوں تر ہو جاتے ہیں۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ قمار باز ایک بیمار شخص ہے۔ یہ ہمیشہ روح کی نگرانی کا محتاج ہے۔ اُسے ہمیشہ سمجھانا چاہئیے اور نفسیاتی ذریعوں سے اسے قمار بازی سے روکنے کی کوشش کرنے چاہئیے شاید اس طرح وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو سکے۔

قمار بازی کے اجتماعی نقصانات:

بہت سے جوا باز جیت بھی جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی گھنٹے میں دوسروں کے ہزاروں روپے ان کی جیب میں چلے جاتے ہیں۔ نتیجتا وہ کوئی پیداواری اور اقتصادی کام کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح اجتماعی پیداوار اور اقتصادی حالت لنگڑی ہو جاتی ہے۔ صحیح غور کیا جائے تو یہ واضح ہو گا کہ قمار باز اور ان کے اہل و عیال معاشرے پر بوجھ ہیں۔ وہ معاشرے کو ذرہ بھر فائدہ پہنچائے بغیر اس کی کمائی کھاتے ہیں اور کبھی ہارنے کی صورت میں چوری اور ڈاکہ زنی سے اپنی ہار کی تلافی کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قمار بازی کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ بعض غیر مسلم ملکوں کو بھی اسے قانونا ممنوع قرار دینا پڑا اگرچہ وہاں بھی عملا وسیع پیمانے پر جوا بازی کا کاروبار جاری ہے۔

مثلا برطانیہ نے ۱۸۵۳ء میں، امریکہ نے ۱۸۵۵ء میں، روس نے ۱۸۵۴ء میں اور جرمنی نے ۱۸۷۳ء میں قمار بازی کے ممنوع ہونے کا اعلان کیا۔

لیکن آج بھی ان ممالک میں جوا بازی بڑے ڈھڑلے سے چلتی ہے۔ جس کے اثرات ان ممالک میں آئے دن برباد ہوتے خاندانوں پر دیکھا جاسکتا ہے، جن کی زبوں حالی چیخ چیخ کر اس قبیح و شنیع فعل کی مذمت و برائی اور تباہی بیاں کرتی ہے۔

اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو اس برے کام سے ہمیشہ بچائے رکھے اور شریعت کے دامن سے وابسطہ رہ کر اپنی خوش حال زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین